انوارِ قطبِ ویلور

محمد طیب الدین اشرفی مونگیری
مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

۱۳۸۳ھ

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

جل جلالہ

انوار قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مولوی محمد طیب اللہ اشرفی مونگیری بہار

مدرس دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

یکم ربیع الاول شریف ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں   زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

اس عالم فانی کے اندر نہ جانے کب سے آنے کا سلسلہ ہے اور کب تک رہیگا۔ جو بھی آیا جانے ہی کے لئے آیا۔ گرچہ وہ عالم میں پھولے پھلے اور اپنے ضمیر کی وجد آفریں نغمات سے عالم کے اندر کیف و سُرور پیدا کرنے کی سعی کی۔ لیکن چند دنوں بعد حوادثاتِ زمانہ نے انہیں اس طرح خاموش کردیا کہ آج ان کا نشان تک نہیں ملتا۔ اُنہی آنے والوں میں کچھ ایسے بھی جو سحر آگیں حقیقت آشنا نغموں نے عالم کے اندر زندگی کی رُوح پھونکدی اور یہاں سے جاتے جاتے ہدایت و نجات کی ایسی شمع جلائی جس کی روشنی ہر زمانے میں جویانِ حق کے لئے رہنما رہی۔ جس کو زمانے کے حوادثات نے بجھانے کی انتھک کوشش کی۔ لیکن ہمیشہ پسپائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے یہی زندۂ جاوید کارنامے نے ایسی زندگی عطا کی جس کے لئے رہتی دنیا تک موت نہیں۔

ان زندۂ جاوید شخصیتوں میں خاندانِ اقطابِ ویلور بھی ہے۔ جنہوں نے آج سے پونے تین سو برس پہلے ایسی شمع جلائی جس کی روشنی آج بھی اہل عالم کے لئے رہنما ہے۔ جن کے علمی و دینی خدمات جنوب کے اندر آپ اپنی مثال ہے۔ جنوب میں علم کی حقیقی لذتوں سے روشناس کرانے والے یہی لوگ ہیں، جن کی تحریر و تقریر و تدریس سے دنیائے جنوب میں علم کا چرچا و شہرہ ہوا۔

چنانچہ باقر آگاہؒ نے تحفۃ الحسن اور حضرت ذوقیؒ نے انشاء لطف الٰہی میں اس کا ذکر کیا ہے کہ جنوب میں فارسی کے جتنے بھی ماہرین ہیں ہر ایک بلا واسطہ یا بالواسطہ حضرت قربیؒ کے شاگرد ہیں۔ پھر حضرت قربیؒ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت ذوقیؒ نے اس سلسلہ کو اور زیادہ عروج دیا۔ اور بہت زیادہ مختلف فنون میں آپ نے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ چنانچہ مختلف کتابوں کی عبارتوں سے اور دیگر ذرائع سے تحقیق کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کم و بیش ڈیڑھ سو ہر فن میں آپ کی تصانیف ہیں۔ پھر آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالحسن محویؒ گرچہ آپ پر سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد جذب کی کیفیت بہت زیادہ رہتی تاہم دینی و علمی خدمات اسی طرح انجام دینے کے کوشاں رہے اور آپ نے بھی چند رسالے فن تصوف میں تحریر فرمایا۔ جن کا ذکر تفصیلاً آپ کے حالات میں آ رہا ہے۔ پھر جب آپ کے صاحبزادے آفتاب علم و ہدایت منصۂ شہود پر آئے تو اس حامل علم و عرفان نے اپنی پوری زندگی علمی و دینی خدمات میں صرف فرمادی اور مختلف فنون میں زبردست کتابیں تصنیف فرمائیں۔ دینی خدمات کا جذبہ آپ کے اندر بہت ہی زیادہ موجزن رہا۔ عرب و عجم میں آپ کو بہت زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور تقریباً سات لاکھ لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ پھر آپ کے صاحبزادے سید محمدؒ قادری نے بھی اسی طرح دینی و علمی خدمات انجام دیا۔ اور آپ کے بھی چند رسالے جو آپ نے دینی و علمی خدمات کے تحت تصنیف فرمائے موجود ہیں۔ پھر ان کے بعد حضرت کی اور مرحوم اعلیٰحضرت رحمہم اللہ تعالیٰ بھی دینی و علمی خدمات اپنے اسلاف کی طرح انجام دیتے رہے اور اسی طرح اب بھی دینی و علمی خدمات کا سلسلہ جاری ہے ویلور کی سرزمین پر آتے ہوئے اس مقدس خانوادے میں چھ پشتوں تک تصانیف کا سلسلہ جاری رہا ہے اور اب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ اس مقدس خانوادے کی بزرگ ہستیاں جو مختلف مقامات مثلاً بیجاپور، گجرات، احمد آباد، دہلی، بغداد، اصفہان وغیرہ میں ہیں۔ ان حضرات کے بھی کئی ک

قلم سے بہت سی کتابیں معرضِ وجود میں آئیں۔ دوسری بڑی خصوصیت اس خاندان کی یہ رہی ہے کہ اس خاندان میں مسندِ سجادگی پر فائز ہونے والوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیشہ مقامِ **قطبیت** عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت ذوقی نے اس کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس خاندان میں ہمیشہ ایک **قطب** ہوتا رہے گا۔ اور تیسری بڑی خصوصیت اس خاندان کی یہ رہی ہے کہ جس نوعیت و جانبازیوں سے علمی و دینی خدمات یہ خاندان کرتا رہا ہے آپ اپنی مثال ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس خاندان کے ہر فرد کا ہمہ وقت ہمیشہ دینی و علمی خدمات ہی مطمحِ نظر رہا اور ہے۔ اور ہمیشہ یہ حضرات خدا اور رسولؐ کی رضاجوئی کے کوشاں رہے اور اعلائے کلمۃ الحق میں اپنی زندگی کی ساری رعنائیوں کو قربان کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہے جس کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فیروزمندیوں سے نوازتا اور اپنی رحمتوں سے مستفیض فرماتا رہا۔

اس خاندان کے پہلے بزرگ حضرت سید **شاہ عبد اللطیف** بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ جب اس میدان میں جہاں اب حضرت مکان ہے فروکش ہوئے تو اسی شب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر ہدایت دی کہ فرزند! تمہیں یہیں رہنا ہے اور تمہارے اور تمہاری اولاد کے ذریعے سے اللہ تبارک و تعالیٰ دینِ حق کو عروج دیگا اور یہاں مدرسہ یہاں مسجد اور یہاں خانقاہ کی تعمیر کرو۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ظاہراً بھی اس کے علامات نمایاں دکھیا اور یقین ہوگیا کہ رب کی یہی مرضی ہے۔ وہی بشارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج اہلِ عالم کے سامنے جلوہ گر ہے۔ اور اسوقت تک رہیگا جب تک گردشِ آفتاب ماہتاب جاری وساری ہے۔

اس مختصر کتاب میں انہی مقدس شخصیتوں کی پاکیزہ زندگی اور دینی و علمی خدمات کو دکھایا گیا۔ تاثراتِ قلبی اور عقیدت وجذبات سے ہٹ کر صحیح تاریخ کی چھان بین کی گئی ہے اور جہاں تک جو حالات وواقعات مستند طریقے سے مل سکے ہیں مع حوالۂ کتب و راوی کے

کتابِ ہٰذا میں لائے گئے ہیں ورنہ حتی الامکان اجمالاً زندگی کے ہر گوشے پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اتنے ہی مکمل ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تقریباً ہر گوشۂ زندگی کو اتنا ضرور بیان کیا گیا ہے جو تفصیل کے لئے رہنما بن سکے۔

اس معاملے میں میں حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری دام اللہ ظلہٗ علینا کا بہت ہی مشکور ہوں جنہوں نے حالات کی چھان بین میں اور صحیح واقعات کے اخذ کرنے میں میری اعانت فرمائی اور مسودہ تیار ہونے کے بعد بھی نظرِ ثانی فرما کر مزید رہنمائی فرمائی بارگاہِ ربوبیت میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کے صدقے میں اس سیاہ کار کو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی پوری پوری توفیق بخشے۔ آمین۔ اور ان مقدس شخصیتوں کے پاکیزہ کارنامے طالبین کے لئے مشعلِ راہ ہوں۔ (آمین)

خادم العلماء

اشرفی مونگیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہٗ (۱)

حضرت شاہ عبد اللطیف بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۶۷ھ میں بمقام بیجاپور پیدا ہوئے۔ آپ پدری سلسلۂ نسب کے اعتبار سے حسینی ہیں جو حسب ذیل واسطوں سے امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے :-

سید عبد اللطیف ابن میران سید ولی اللہ رضی اللہ عنہ۔ سید ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سیرت و صورت اور علم و معرفت میں اپنے زمانے کے آپ اپنی نظیر تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد انکے جانشین ہوئے۔ عادل شاہ نے جو آپ کے والد کو نذرانہ میں جو جاگیر دادپیش کیا تھا ان کے نام کردیا۔ آپ کی والدہ ہمشیرۂ سید نور اللہ قادری مصنف تاریخ عادل شاہی اور بنتِ قاضی سید علی محمد قادری ہیں۔ قاضی صاحب مذکور گجرات سے بیجاپور تشریف لائے تھے آپ اس جگہ مشاہیر علماء و عرفاء سے تھے۔ انہیں کے شاگرد میاں ابو تراب استاد شہر اور قاضی عز الدین و قاضی ابراہیم و سید علی محمد بن میراں سید اسد اللہ بن سید نور اللہ بن سید عبد الفتاح شارح مثنوی ہیں۔ میراں سید ولی اللہ کی وفات ۱۰۹۹ھ میں بیجاپور کی تسخیر کے بعد ہوئی۔ اُن کے والد سید عبد اللطیف عرف باپوجی رحمۃ اللہ علیہ علم و معرفت صورت و سیرت

ہیں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ کے متعلق کتابوں میں مذکور ہے کہ مرہٹہ راجپوت اور دیگر اقوام
ہنود دہر صبح کو آپ کی زیارت لازم جانتی اور موجب خیر و برکت تصور کرتی۔ ہر ایک آپ کو
باپوجی کہکر پکارتے۔ جب آپ گجرات سے بیجاپور تشریف لائے تو عادل شاہ نے چار گاؤں
موتی من پرگنہ موڑوڑ و موضع ترسلگی و موضع ناگور و موضع اَملنور من پرگنہ باگوارٹی' اور
یومیہ چار ہون شاہی خزانے سے بطور نذرانہ پیش کیا۔ آپ کا وصال بیجاپور ہی میں ہوا۔
آپ کے والد سید محمد رضی اللہ عنہ' ان کے والد سید عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ' ان کے
والد سید قطب الدین رح' یہ حضرات احمد آباد گجرات میں مدفون ہیں۔ ان کے والد سید عبد الفتاح
رحمۃ اللہ علیہ جو گجرات کے مشاہیر اولیاء و علماء سے ہیں۔ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے
شرح مثنوی عبد الفتاح اور شرح جام جہاں نما آپ ہی کی تصنیف کردہ ہے جس کو دیکھ کر آپ
کی جلالتِ علمی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ۱۷ شعبان المعظم کو احمد آباد گجرات میں انتقال فرمایا
ان کے والد قاضی سید اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ بھی اعاظم اولیاء گجرات و معدنِ فضائل و کمالات
ہیں۔ آپ حضرت شاہ عالم گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کو علوم ظاہری و
باطنی میں تبحر حاصل تھا۔ اور صاحب مقاماتِ جلیہ و کراماتِ سنیہ تھے (کذا فی تحفۃ الاحسن)
۱۵ ربیع الثانی کو احمد آباد، گجرات میں انتقال فرمایا، ان کے والد سید برہان الدین رضی اللہ
عنہ جن کا وصال ۲۰ شوال المکرم کو احمد آباد میں ہوا، ان کے والد سید حسین رضی اللہ
عنہ جن کی وفات ۱۹ جمادی الاولیٰ کو رئی میں ہوئی، ان کے والد سید نور اللہ منصور رضی
اللہ عنہ جو ۲۰ جمادی الاول کو نجف اشرف میں وفات پائے، ان کے والد سید عبد الفتاح
رضی اللہ عنہ جو ۱۰ شوال المکرم کو دھلی میں وفات پائے۔ ان کے والد سید حامد رضی
اللہ عنہ ۲ ذی الحجۃ الحرام کو صفہان میں وفات پائے، ان کے والد سید حمزہ جو حضرت
غوث الاعظم رضی اللہ عنہما کے خلفاء میں سے ہیں، جن کے مناقب میں قطب اکبر

لکھا جاتا ہے۔ ۲۴ محرم الحرام کو بغداد میں وفات پائے۔ ان کے والد سید اسد اللہ رضی اللہ عنہ، جن کا وصال ۱۸ صفر المظفر کو روم میں ہوا۔ ان کے والد سید حسین اکبر رضی اللہ عنہ ۱۱ ربیع الاوّل کو حلب میں وفات پائے، ان کے والد سید محمد رضی اللہ عنہ ۲ ربیع الثانی کو کشمیر میں وفات پائے، ان کے والد سید سیف اللہ ناصر رضی اللہ عنہ ۵ جمادی الاولی کو مکہ معظمہ میں وفات پائے اور جنت المعلی میں مدفون ہوئے، ان کے والد سید ابوالقاسم رضی اللہ عنہ ۱۹ رجب المرجب کو اصفہان میں فوت ہوئے۔ ان کے والد سید جعفر کذّاب رضی اللہ عنہ ۶ صفر المظفر کو مدینہ منورہ میں وفات پائے، ان کے والد امام محمد تقی عسکری رضی اللہ عنہ جن کی ولادت ۱۳ رجب ۲۱۴ھ اور بقولے ۹ ذی الحجہ ۲۱۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور چالیس سال کی عمر میں ۳ رجب اور بقولے جمادی الآخر بروز دوشنبہ ۲۵۴ھ میں عسکر جس کو سُرّ من رای اور سامرہ بھی کہتے ہیں، اس کے گھر میں وفات پائے اور وہیں مدفون ہوا، ان کے والد امام محمد تقی رضی اللہ عنہ جن کی ولادت ۱۰ رجب بروز جمعہ ۱۹۵ھ مدینہ منورہ میں ہوئی اور پچیس ۲۵ سال کی عمر میں سلخ ذی قعدہ ۲۲۰ھ بغداد شریف میں ہوئی۔ آپ کی قبر امام موسیٰ کاظم کی قبر کے پس پشت ہے، ان کے والد امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ جن کی ولادت ۱۱ ربیع الاوّل اور بقولے ربیع الثانی بروز پنجشنبہ ۱۵۳ھ میں ہوئی اور ۴۹ سال ۶ ماہ کی عمر میں ۲۱ رمضان المبارک بروز جمعہ ۲۰۳ھ اور بقولے ۲۰۸ھ میں وفات ہوئی، مدفن مشہد میں ہے ان کے والد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ جن کی ولادت ۱۲۸ھ بروز شنبہ مقام اَبْواء جو کہ معظلہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے آپ پیدا ہوئے ۴۵ یا ۵۵ سال کی عمر میں ۵ رجب المرجب ۱۸۲ھ کو بغداد میں وفات پائے۔ مقبرہ آپ کا مقابر

قریش میں ہے، ان کے والد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، جن کی ولادت ۱۸ ربیع الاول دوشنبہ سنہ ۸۰ھ اور بقولے سنہ ۸۳ھ میں ہوئی اور ۶۸ سال کی عمر میں ۱۵ رجب سنہ ۱۴۸ھ اور بقولے ماہ شوال المکرم مدینہ منورہ میں ہوئی، قبر انور جنت البقیع در قبر امام حسن رض ہے، ان کے والد حضرت امام باقر بن علی ابن الحسین رضی اللہ عنہما جن کی ولادت ۳ صفر المظفر بروز جمعہ سنہ ۵۷ھ میں ہوئی اور ۶۳ سال کی عمر میں اور بقولے ۵۸ سال کی عمر میں سنہ ۱۱۸ھ و بروایتے سنہ ۱۱۷ھ میں وفات ہوئی اور قبر انور جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر میں ہے ان کے والد حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین رضی اللہ عنہما جن کی ولادت ۹ شعبان المعظم بروز دوشنبہ سنہ ۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور ۵۸ یا ۵۷ سال کی عمر میں ۱۸ محرم الحرام کو سنہ ۹۴ھ میں وفات پائے۔ قبر انور جنت البقیع میں حضرت امام حسن ہی کی قبر میں بنائی گئی، ان کے والد ابو عبد اللہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جن کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم سنہ ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور ۵۹ سال کی عمر میں ۱۰ محرم الحرام بروز جمعہ سنہ ۶۱ھ کو اسلام کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا مدفن علی اختلاف الاقوال کربلا میں ہے ان کے والد حضرت امام الائمہ ابو الاولیاء امیر المؤمنین علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ الکریم جن کی ولادت باسعادت عام الفیل کے اکیسویں سال میں ہوئی اور ۶۳ سال کی عمر میں ۱۹ رمضان المبارک شب یکشنبہ کو سنہ ۴۰ھ میں شہادت پائی، مدفن نجف اشرف ہے علی ما هو المشہور۔ اور مادری سلسلۂ نسب کے اعتبار سے آپ حسنی ہیں جو حسب ذیل واسطوں سے سرکار غوث پاک تک پہنچتا ہے بنت سید شاہ ابو الحسن ابن سید بدر الدین حبیب اللہ ابن سید عبد القادر یوسف

الثانی ابن سید شمس بہاؤ الدین العارف ابن سید یونس الثانی ابن سید عبد الرحمن اشرف جہاں گیر ابن سید یونس شرف جہاں ابن سید یوسف حاجی الحرمین ابن سید احسن الدین ابن سید محمد صنو احمد ابن سید ابی نصر محی الدین ابن سید عماد الدین ابی صالح نصر ابن سید تاج الدین عبد الرزاق ابن غوث الاعظم سید شاہ عبد القادر رضی اللہ عنہم۔ــــــ آپ نے اپنے والد میراں سید ولی اللہ قدس سرہ العزیز ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ آپ کے والد بزرگوار زبردست عالم اور صاحب طریقت تھے، ہر حیثیت سے آپ اپنی نظیر تھے، جیسا کہ ضمیمہ "جواہر السلوک" میں مذکور ہے۔ کہ۔ وی رضی اللہ عنہ در سیر و صورت و علم و معرفت در ہمسران نظیر نمی داشت

آپ نے بعد حفظ قرآن کے علوم معقول و منقول کی تکمیل فرمائی، پھر والد ہی کے زیر تربیت سلوک طے فرمایا، فن تصوف کے اندر آپ کو کمال تبحر حاصل تھا جیسا کہ ضمیمہ "جواہر السلوک" میں مذکورہ ہے کہ وی قدس سرہ العزیز در عقائد و فقہ و حقائق و سلوک مہارت تمام می داشت اور صاحب مطلع النور نے بھی بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے کہ

سند اہل علم و فن کلام ۔ حجۃ صوفیہ بلند مقام
اور تھا یوں ہی علوم میں فاخر ۔ عالم علم باطن و ظاہر
اور تھا عقل و نقل کا جامع ۔ نور ہر علم اس سے تھا لامع

اوصاف جمیلہ بلند قد، گندم گوں و خوب صورت واقع ہوئے تھے صبر و توکل، جود و سخا اور دنیا سے بے رغبتی آپ کے اندر بہت زیادہ تھی، آپ کے اندر تقویٰ و پرہیزگاری، صدق و صفا، کامل طریقے سے پائی جاتی تھی۔ جس طرح آپ حسین صورت تھے، ویسے ہی حسین سیرت بھی تھے" ضمیمہ جواہر السلوک" میں اور" تحفۂ احسن" میں ہے کہ سید عبد اللطیف قادری رضی اللہ عنہ بورع و تقویٰ و

صدق وصفا موصوف ہو ومعہذا کان مشتہرًا بین الخلق بہ کمال الحسن والخلق ، ہر ایک کے ساتھ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے ، یہی وہ جامع خوبیاں تھیں جس نے آپ کو خلق کے اندر مشتہر کیا ۔ آپنے اپنی پوری زندگی اتباع شریعت مطہرہ میں گذاری اور ہمیشہ آپکے مدنظر حقوق اللہ وحقوق العباد رہا ۔

بیعت وخلافت آپ نے اپنے نانا سید ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت اور حسب ذیل سلسلوں میں ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ، قادریہ ، چشتیہ ، شطاریہ ، بخاریہ ، سہروردیہ ، رفاعیہ ، کبرویہ ، گازرونیہ ، مدنیہ ، نقشبندیہ ، اولیسیہ ، طاؤسیہ ، حسینیہ ، حسنیہ ، صدیقیہ ، فاروقیہ ، عثمانیہ ، علاوہ ازیں اور بہت سے سلاسل میں اجازت حاصل کی کذا فی تحفۃ الاحسن ۔

نکاح آپ کی شادی سید ابوالقاسم الملقب بہ درایت خان کی صاحبزادی بی بی ساجدہ بیگم سے ہوئی ، درایت خان علوم معقول ومنقول اور قواعد واصول کے اندر مہارت تامہ رکھتے تھے ، جملہ فنون صوری ومعنوی کے جامع تھے ۔ بی بی ساجدہ بیگم کے بطن سے حضرت مولانا ابوالحسن قربی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے حضرت کی ولادت سے پہلے حضرت سید شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر کوئی لڑکا ان کو ہوا تو اپنے نانا سید ابوالحسن (مصنف مخزن السلاسل) کے نام پر رکھیں گے ۔ جب قربی پیدا ہوئے تو انہوں نے حسب نذر وہی نام رکھا جن کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ آئندہ باب میں آرہا ہے ۔

ہجرت از وطن مالوف سید عبداللطیف قادری نقوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدت دراز تک اپنی زندگی بیجاپور ہی

میں گذاری، اور جب نواب سعادت اللہ خان اور نواب نورالدین خان کے عہد میں ناگوار سیاسی حالات پیدا ہوگئے تو بہت سے سادات نے ترک وطن فرما کر کرناٹک کی راہ لی، ان میں سے ایک اہم شخصیت آپ کی بھی ہے، چنانچہ ۱۱۲۱ھ میں جبکہ حضرت قربی تقریباً چار سال کے تھے، مع اہل وعیال بیجاپور سے روانہ ہو کر شاہ نور جو ہبلی سے جانب جنوب تقریباً بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے تشریف لائے۔ پھر دو سال بعد وہاں سے منتقل ہو کر شہر میسور کے قریب ایک مقام ہیرا میں قیام فرمایا اور تقریباً دس یا بارہ سال تک رہے، پھر جب یہاں کے حالات میں تبدیلی ہونے لگی تو وہاں سے چل کر آرکاٹ نزول فرمایا، جہاں لوگوں نے بہت ہی خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور بہت ہی پُروقار طریقے سے رکھا پھر چھ سال بعد ۱۱۳۸ھ میں ویلور کو منتقل ہوگئے، جس روز آپ ویلور آئے۔ رات کو ایک میدان میں قیام فرمایا، جو اب حضرت مکان کے نام سے مشہور ہے، اسی شب کو آپ نے خواب میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرما رہے ہیں۔ . . . اے نورالعین! ـــــ اسی جگہ قیام کرو، دیکھو یہاں مسجد یہاں مدرسہ اور یہاں خانقاہ تعمیر کرانا۔ تمہاری اولاد امجاد سے ہمیشہ اہل عالم کو فیض پہنچے گا، اور اس جگہ اسلام کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوگا، جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو ظاہر میں بھی اس خواب کے آثار کو پایا۔ چنانچہ اسی فرمانِ رسول ؐ کے تحت آپ نے تمام چیزوں کو تعمیر فرمایا۔

وفات

آرکاٹ سے ویلور آنے کے بعد گیارہ سال تک بقید حیات رہے اور اہل عالم کو فیوض وبرکات سے نوازتے رہے آخر وہ وقت آگیا۔ جو ابتدائے آفرینش سے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا اب تک اہل عالم کے لئے

دستور جاری ہے، چنانچہ سنہ ۱۱۴۹ھ میں عالم اور اہل عالم کو خیرباد کہتے ہوئے اپنے محبوب ومعبود حقیقی سے جاملے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مزار پر انوار جامع مسجد ویلور کے احاطے میں مشرقی حصے میں مرجع خاص وعام ہے۔ حضرت مولنٰا رکن الدین سید شاہ محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھکر آپ کے مزار پر کتبہ لگوایا ؎

قبلہ وکعبہ جد من سید — شاہ عبداللطیف عرش راہ
کرد رحلت بگفت رکن الدین — سال رحیل غاب قطب اللہ
۴۹ ھ ۱۱

آپ ۸۲ سال اس دنیا میں رہے

سید العارفین حضرت سلطان السالکین مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قربی ویلوری قدس اللہ سرہٗ (۲)

ولادت باسعادت حضرت مولنا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قربی رحمتہ اللہ علیہ ۱۸ھ ۱۴ شعبان المعظم کو بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی سن ولادت کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ مولنا سید محمد قادری قدس سرہٗ "ضمیمہ جواہر السلوک" علہ میں حضرت قربی کی تاریخ ولادت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ولادت وی در بیجاپور بہ شب برات در سن یکہزار و یکصد ہجدہ ہجری است۔ نتیجۂ کریم الطرفین از محمد حسین بیجاپوری تاریخ ولادت اوست و بعضے ہفدہ نوشتہ اند یعنی آپ کی ولادت شب برات میں بیجاپور میں ۱۱۱۸ھ میں ہوئی۔ مولوی محمد حسین بیجاپوری نے نتیجۂ کریم الطرفین سن ولادت کہی ہے (جس سے وہی ۱۱۱۸ھ نکلتی ہے) اور جس نے ۱۱۱۷ھ لکھا ہے ور حضرت ذوقی نے اپنی کتاب انتشار عقائد ذوقی میں آپ کی سن ولادت کے تحت یوں ذکر فرمایا ہے کہ مولودش در بلدۂ بیجاپور و سن ولادتش بہ تخصیص معلوم نیست۔ امّا بارہا از آں حضرتؒ شنیدہ ام کہ می فرمود کہ من در وقت ولادت عالمگیر یکسالہ بودم و وفات او در سن یکہزار یکصد و ہفدہ است۔ بنابریں

علہ جواہر السلوک کے مصنف حضرت مولنا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری بہ قطب ویلور جن کا ذکر آگے آرہا ہے

ولادت اُو در سنہ یکہزار و یکصد و شانزدہ بود

ہجرت از وطن و تعلیم و تربیت

آپ ساداتِ حسینی سے ہیں اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حسنی قادری ہیں، چنانچہ حضرت ذوقی عقائد ذوقی میں فرماتے ہیں شیخ ما رضی اللہ عنہ از سادات حسینیہ است و از جانب جدہ حسنی القادری، آپ کی والدہ ماجدہ بی بی ساجدہ بیگم میر ابوالقاسم کی صاحبزادی تھیں۔ (یہ میر ابوالقاسم وہی ہیں جو دربار عالمگیری میں درایت خان کے خطاب سے یاد کئے جاتے تھے، جن کو شہنشاہ نے منصب پنجہزار عطا کیا تھا) چار سال کی عمر میں حضرت قربی اپنے والد محترم کے ہمراہ شاہ نور آئے پھر شاہ نور سے سرا اور سرا سے آرکاٹ پہنچے جس وقت آرکاٹ سے ویلور کو تشریف لائے اس وقت سے آپ کی عمر ۱۴ چودہ سال کی تھی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد ہی کے پاس ہوئی، پھر مختلف اساتذہ سے آپ نے علمی استفادہ فرمایا۔ چنانچہ آرکاٹ کے دوران قیام میں کتب فارسی مولوی محمد حسین صاحب بیجاپوری (جو ان دنوں بیجاپور سے کرناٹک آگئے تھے) سے پڑھی، ان کی چند دنوں کی صحبت نے حضرت قربی کے اندر حصول علم کی ایک نئی لگن پیدا کردی، جس سے بہت ہی انہماک سے مشغول بالتعلیم ہوئے اور کم وقتوں میں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش فرمانے لگے۔ شاگرد کی سعادت مندیوں پر استاد کی خاص نظر شفقت رہی جیساکہ حضرت قربی نے خود اپنے الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ۔ برکت صحبتِ ایشاں در من چنداں اثر کرد۔ گویا کہ مرا ازیں عالم برداشتند و بہ عالم دیگر بردند و شوق تحصیل علم در من... چنداں پیدا شد کہ از حیطۂ تحریر بیرون است و ایشاں بہ شفقت تام و مرحمت تمام مرا درس می دادند و می فرمودند کہ از شہر بیجاپور تا ایں جا رسیدہ ام و ہمہ عمر من در

تدریس صرف شدہ است، اما شاگردے مثل شما صاحب فہم و فکرت و ذہن جودت و حسن ادب و شوق طلب ندیدہ ام و در حق من بسیار دعا می کردند بالجملہ از برکت صحبت ایشاں در اقل مدت بر مطالعہ کتب فارسیہ قوتے و مہارتے پیدا شد۔ یعنی ان کی صحبت نے میرے اندر بہت کچھ اثر کیا اور مجھکو گویا اس عالم سے اٹھا کر دوسرے عالم میں پہنچا دیا اور تحصیل علم کا شوق میرے اندر اس قدر پیدا ہوا جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتا اور آپ پوری شفقت اور تمام رحمت سے مجھکو درس دیتے تھے اور فرماتے کہ شہر بیجاپور سے یہاں پہنچا ہوں اور تمام عمر پڑھانے میں صرف ہوا ہے لیکن تمہارے جیسا فہم و ذکر، ذہن وجودت اور حسن و ادب اور شوق و طلب میں نہیں دیکھا ہوں اور میرے حق میں بہت زیادہ دعا فرماتے، حاصل کلام یہ کہ ان کی صحبت کی برکت سے تھوڑی مدت کے اندر کتب فارسیہ کے مطالعہ پر ایک قوت و مہارت پیدا ہوگئی، پھر اس کے بعد فارسی کی فن تصوف میں چند کتابیں مولوی فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شیخ عبد الحق مخدوم ساوی کے مرید و خلیفہ خاص ہے) سے پڑھیں، چنانچہ صاحب مطلع الانوار آپ کی تعلیم کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اور تصوف چند کتاب لطیف ؛ مولوی کی بھی مثنوی منیف ؛ فخر دیں عارف مجد سے پڑھا
جو خلیفہ تھا شیخ مساوی کا۔

اور حضرت ذوقی نے بھی عقائد ذوقی کے اندر با ایں الفاظ ذکر فرمایا ہے کہ۔ در ہنگام طفولیت تحصیل علم فارسی در بلدۂ ویلور از محمد فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کردہ۔ فارسی کے ساتھ ساتھ آپ کو عربی بھی پڑھنے کا شوق دامنگیر تھا۔ جس کو پورا کرنے کیلئے اس وقت ویلور میں کوئی قابل استاد نہ تھے، جہاں وہ تکمیل شوق فرماتے بالآخر عربی کی چند ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد پھر آرکاٹ رجوع کرنا پڑا، جہاں مولانا عبد الرحیم صاحب کے شاگرد اول مولانا محمد باقی صاحب عربی ادب کے بہت قابل

استاذ تھے ہفتہ میں پانچ دن آرکاٹ میں رہ کر ان سے علمی استفادہ فرماتے رہے۔ جیسا کہ صاحب مطلع الانوار اور حضرت ذوقی نے الانشاء عقائد ذوقی کے اندر آپ کے مناقب میں ذکر کیا ہے کہ "و عربیت از محمد ساقی در شہر آرکاٹ درست نمودہ"، لیکن کچھ دنوں کے بعد ایسے مہمات آپ کے سامنے آگئے، جس کی وجہ سے آپ کو مستقل طور سے استفادہ کرنے کا موقع نہ مل سکا تو آپ نے بذاتِ خود کتب متداولہ کا مطالعہ شروع کیا اور چند ہی دنوں میں بہترین استعداد کے مالک ہو گئے۔ باقر آگاہ لکھتے ہیں کہ "در چند روز از تدریس نسخہ مختصر عربیہ نیز فراغت حاصل کردند. فصار فی اقل الازمان ممتاز بین الاماثل والاقران بعد از ان بہ سبب لحوق بعض امور کہ اہم مہمات است فرصت تدریس نہ لیست" یعنی چند دنوں مختصر عربی کے چند نسخوں کے درس سے بھی فراغت کرنے کے بعد آپ اپنے ہم مثلوں اور ہمعصروں میں ممتاز ہو گئے۔ اس کے بعد چند اہم امور کے لاحق ہو جانے کی وجہ پڑھنے کی فرصت نہ مل سکی۔ دوسری جگہ باقر آگاہ آپ کی استعدادی حالت کو بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے حضرت کی تعلیم عربی میں شرح ملا تک ہی ہے لیکن تصوف کی کتب معتبرہ مثلاً "فتوح الغیب" اور "ملفوظ شریف" حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ اور "فتوحات مکیہ" اور "فصوص الحکم" اور "انسان کامل" وغیرہ کے مطالعے اور عبارات عربیہ کے انشاء پر پوری پوری قدرت حاصل ہے۔

ارادت و سلوک

حضرت قرلی نے جب سے آنکھیں کھولیں اسی وقت سے ان کو صوفیاء و عرفاء کا ماحول ملا۔ آپ کا پورا گھرانہ صوفی تھا۔ ابتدائی تربیت صوفیاء کے زیر سایہ ہوئی اور جب آپ مکتب شریعت میں حصولِ شریعت کے لئے قدم رکھا تو اساتذہ بھی صاحب شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب طریقت ملے۔ درمیان تعلیم ہی میں آپ کو تصوف سے بہت زیادہ لگاؤ ہو چکا تھا، گو کہ

آپ کو اپنے والد ہی سے سلسلۂ قادریہ میں خلافت واجازت مل چکی تھی لیکن آپ کے استاد شیخ فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی چند دنوں کی صحبت وتعلیم نے آپ کے اندر حقیقی زندگی کی روح پھونک دی، چنانچہ آپ نے شیخ مذکور سے طالب ہو کر سلسلہ قادریہ میں اجازت خلافت حاصل فرمائی اور اس کے جواز کار و اشغال تھے، بالکلیہ اجازت لی۔ ارشادِ عقائد ذوقی کے اندر حضرت ذوقی نے اس کا تذکرہ فرمایا کہ و نیز خرقہ خلافت مخدومیہ از دست او پوشیدہ۔ حضرت قربی نے اپنے استاد شیخ فخرالدین سے جو سلسلۂ قادریہ میں خرقہ حاصل کیا وہ سلسلۂ مذکور یوں ہے، حضرت شاہ ابوالحسن قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ حضرت محمد فخرالدین المعکری والیشان خلیفۂ محمد مخدوم القادری والیشان خلیفۂ ناصرالدین والیشان خلیفۂ شیخ دریا محمد والیشان خلیفۂ شیخ راجی محمد والیشان خلیفہ شیخ حاجی اسحق والیشان خلیفہ سید احمد والیشان خلیفۂ سید ابی صالح نصر والیشان خلیفۂ سید عبدالرزاق والیشان خلیفۂ حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جب شیخ فخرالدین نے حضرت قربی کی بلند حوصلگی اور ان کے بڑھتے ہوئے ذوق کو دیکھا تو انہوں نے حضرت قربی کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالحق محمد مخدوم ساوی المتوفی ۱۱۶۵ھ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دیا۔ حضرت مخدوم قابل صاحب تصرف بزرگ جو علوم ظاہری و معنوی میں یگانۂ روزگار تھے۔ انہیں کی پیہم کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کرناٹک کے اندر رفض کا بڑھتا ہوا سیلاب رکا۔ جنہوں نے شریعت... مصطفویہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اشاعت فرما کر خلق خدا کی بہت بڑی آبادی کو اس تباہ کن گرداب سے بچایا، جیسا کہ قربی نے خود تحریر کیا ہے کہ اگر قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین شیخ مخدوم القادری قدس سرہ دریں ملک تشریف نیاوردے، اکثر مردمان ایں جا در گرداب روافض افتادندے یعنی اگر قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین

شیخ مخدوم القادری قدس سرہٗ اس ملک میں تشریف نہ لاتے تو اکثر اس جگہ کے لوگ رفض کے بھنور میں پڑ جاتے۔ حضرت قربی مخدوم ساوی کی خدمت میں پہنچے۔ مخدوم ساوی نے حضرت قربی کے اندر صرف خدا طلبی کا جذبۂ صادقہ پایا۔ لہٰذا ان پر خاص توجہ رکھتے تھے، چناں چہ باقر آگاہ "تحفۂ احسن" کے اندر فرماتے ہیں وعنایت آں حضرت بر حضرت ما بہ مثابہ بود کہ شمہ زاں در حوطۂ تحریر نیاید و در اکثر اوقات با دیگر مریدان خود مدح و ثنائے حضرت ما بسیار می کردند و می فرمودند کہ میاں صاحب را صرف طلب خدا است و ورائے ایں طلب ہیچ مطلبے و مقصدے ندارند و تمائش در ولیشاں بالکل یافتہ نمی شود، ہر طالب خدا را باید کہ وضع ایشاں اختیار کنند یعنی حضرت مخدوم ساوی کی ہمارے حضرت پر خاص عنایت تھی، جس کا ایک ذرہ بھی تحریر کے گھیرے میں نہیں آسکتا ہے اور اکثر اوقات اپنے دوسرے مریدوں سے ہمارے حضرت کی بہت زیادہ تعریف کرتے ہوئے فرماتے کہ میاں صاحب کے اندر صرف طلب حق ہے اور اس کے علاوہ کوئی مطلب و مقصد نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے اندر درویشی کا دکھاوا بالکل نہیں پایا جاتا۔ ہر طالب کو انہیں کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے

حضرت قربی نے شیخ مخدوم ساوی کی خدمت میں رہ کر جملہ منازل سلوک طے فرمائے چناں چہ ذوقی الشار عقائد ذوقی کے اندر آپ کے علمی حالتوں کو بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ واما علم مطلق از شیخ خود عبدالحق محمد مخدوم القادری الساوی دریافتہ، حضرت مخدوم کے جملہ خلفاء و مریدین میں سب سے زیادہ اسرار الٰہی کا گنجینہ آپ نے ہی پایا۔ اس وجہ سے آپ کا مقام سبھوں سے بلند تھا۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت مخدوم نے اپنی زندگی ہی میں بیعت کرنے کی اجازت بخشی، حضرت مخدوم کے جملہ خلفاء و مریدین میں حضرت قربی ہی کو وہ شرف حاصل تھا کہ حضرت مخدوم نے سارے سلسلوں میں خلافت و اجازت بخشی، علاوہ ازیں آپ نے اپنے حسب فرمان

حضرت سید علی محمد قدس سرہٗ جو اس وقت آرکاٹ کے مشہور صوفیاء سے تھے اور آخر وقت میں بالکل جذب کے عالم میں رہا کرتے تھے، ان سے طالب ہوئے اور اپنے اندر بھی وہی عکس پیدا کرنے کی کوشش کی اور اس زمانے کے بہت سے بڑے بڑے مشائخین کی خدمت میں رہ کر مختلف طریقوں سے آپ نے معرفت الٰہی کے خزینے جمع کئے۔ چنانچہ صاحب مطلع النور فرماتے ہیں کہ آپ نے چھبیس خانوادوں سے اکتساب فیض کیا اور ایک سو اکیانوے (۱۹۱) سلاسل میں خرقۂ خلافت واجازت حاصل فرمایا۔ حضرت ذوقی نے بھی الثار عقائد ذوقی کے اندر بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے کہ اُو را خرقۂ خلافت از مشائخ متعدد رسیدہ مثل عم او سید علی محمد و استاد او شیخ محمد فخر الدین المہکری و خواجہ السادی رحمہم اللہ وغیرہ۔

سلسلۂ رشد وہدایت

شریعت ومعرفت کی تکمیل کے بعد آپ نے قلعۂ ویلور کے شمالی حصے میں، جو اب حضرت مکان کے نام سے مشہور زمانہ ہے، ایک خانقاہ تعمیر فرمائی جس کا ایک حصہ دار التدریس کردیا گیا۔ آپ بعد فراغ اوراد واشغال تحصیل علم کے شائقین کو باقاعدہ درس دیا کرتے تھے، خطۂ مدراس میں اکثر فارسی کے فاضل آپ کے خرمن کے خوشہ چین تھے، بلکہ یوں کہہ دیا جائے کہ اس علاقے میں جتنے بھی فارسی کے فاضل حضرات تھے، سب آپ کے بالواسطہ وبلاواسطہ شاگرد تھے تو قطعی بے جانہ ہوگا۔ کیوں کہ یہاں کے فارغین نے مختلف جگہوں پر جاکر اشاعت اسلام اور اوردرس وتدریس کا کام انجام دیا؛ چنانچہ باقر آگاہ آپ کے شاگردوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اکثر مردمان کہ در متن نسخ متداولہ فارسیہ از حضرت ایشاں خط کامل و نفع شامل گرفتہ اند و درین ملک ہر کہ ہست از شاگردان ایشان است یا شاگرد شاگردان ایشان اکثر طلبۃ العلوم" آپ ہی سے فارسی پڑھنے کے متمنی رہتے اور جس نے ایک سبق بھی آپ سے پڑھ لیا، پھر تشنگی بجھانے غیروں کے پاس تسکین نہ ہوئی۔ علاوہ ازیں آپ نے

بذریعہ بیعت کے تبلیغ اسلام فرمایا۔ آپ کا لوگوں کو کثرت سے مرید کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ راہ راست سے بھٹکی ہوئی مخلوق کو سیدھے راستے پر لاکر صحیح معنوں میں شریعت مصطفویہ صلے اللہ علیہ وسلم کا متبع اور مبلغ بنا دیں تاکہ وہ اپنی عاقبت سنوارنے کے ساتھ ساتھ اوروں کو بھی سنوارنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی زندگی کو شریعت مطہرہ کے سانچے میں پورے طور پر ڈھال دے بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے اسلام کی صحیح راہ پائی۔ ہزاروں تشنگان علوم معرفت و شریعت نے آ آ کر پیاس بجھائی۔ ہر ایک نے حسب استعداد اکتساب فیض کیا۔ آپ کے اکثر خلفاء کو عرفان کامل حاصل تھا۔ باقر آگاہ نے بھی تحفۂ احسن کے اندر آپ کے خلفاء و مرید کے تحت بحث کرتے ہوئے کثرت اخذ بیعت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ و مریدان کردن ایشان علی العموم است و دریں مصالح لا تعد و لا تحصی است امّا آں چہ در خاطر ایں مسکین مستہام کہ احقر خدام سدہ سدرہ مقام ایشان است۔ می آید در حکمت است یکے آں کہ اگرچہ مریدان علوم بدرجہ معرفت باللہ و علم مطلق نرسند امّا بہ سبب ایں ارادت ارتکاب افعال منہیہ والتزام خصال بدعیہ چوں ریش تراشیدن و حرام خوردن و نماز ناکردن و دیگر مفاسد باز مانند۔ یعنی آپ اکثر مرید فرماتے اور اس کے اندر بہت سی مصلحتیں ہیں، جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن ناچیز کے دل میں جو آئی ہیں۔ دو حکمتیں ہیں۔ اول یہ کہ اگرچہ عوام الناس درجۂ معرفت باللہ اور علم مطلق کو نہیں پہنچ سکتے لیکن مرید ہونے کی وجہ سے بُرے کاموں میں مبتلا ہونے والے اور بدعت کے اختیار کرنے والے مثلاً حرام کھانا اور نماز نہ پڑھنا اور دوسری برائیوں سے باز رہیں گے دوسرے یہ کہ سرکار غوث پاکؓ نے فرمایا کہ مجھے ایک مہر شدہ کاغذ دیا گیا میں نے اس کو دیکھا تو میرے سلسلے میں تا قیام قیامت داخل ہونے والے مریدوں کا

نام درج ہے۔ ان کے بارے میں حکم ہوا کہ ان تمام کو میں نے بخش دیا اور جب میں نے داروغۂ جہنم سے پوچھا کہ میرے اصحاب سے کوئی تیرے پاس ہے تو وہ انہیں ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا ہے کہ بین یدی کالاستسقاء علی الابواب وعزۃ وجلال ربی لا یبرحت قدمی بین یدی ربی حتی ینطلق بی وبکم الی الجنۃ "پس وہ شخص اگر دولت عرفان اور علم باللہ کو نہ پہنچے لیکن سرور اولیاء کے پناہ میں آجاتا ہے اور عقوبات دارین سے محفوظ رہ جاتا ہے۔ آپ کے مریدوں کی بیشمار تعداد تھی اور بہت سے صاحب کمال گذرے ہیں، ان تمام میں دو شخصیتیں ایسی گذری ہیں جو علم و عرفان میں ید طولےٰ رکھتی ہیں، جن کو خلق میں بہت ہی زیادہ مقبولیت حاصل تھی اور بہت مشہور زمانہ ہوئیں ان دو میں ایک تو آپ کے فرزند مولانا محی الدین شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مولانا محمد باقر آگاہ مدراسی قدس سرہٗ جنہوں نے تحصیل علم و عرفان کے بعد علوم اور دین کو بہت فائدہ پہنچایا اور بہت ہی کافی تصنیفات علم منطق و فلسفہ، فقہ و تفسیر و تصوف، معانی و بیان اور عروض وغیرہ میں خوشتر بیبیاں علوم و معرفت کے لئے چھوڑ گئے۔ حضرت ذوقی مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تصرف بزرگوں سے تھے۔ شیخ کی توجہ نے ان کو مقام قطبیت سے نوازا تھا، حضرت ذوقی حضرت قربی کے شاگردوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "در خدام حضرت ما دو کس صاحب تصنیف شدند۔ یکے فقیر و دیگر محمد باقر آگاہ کہ برادر زادۂ شیخ محمد حبیب اللہ مذکور اند و میمن صحبت آں حضرت فقیر را ایں مایہ رسانیدہ کہ ہیچ کس از اہل ثروت با فقیرم دم نمی تواند زد۔"

ان دونوں حضرات کو حضرت قربی سے بحیثیت شیخ ہونے کے بہت ہی زیادہ قلبی لگاؤ تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے الفاظ مختلف جگہوں پر اپنے شیخ کے متعلق بہ رنگ محبت

و عقیدت اظہار حقیقت فرمایا ہے چناں چہ باقر آگاہ اپنی کتاب "من دیپک" میں فرماتے ہیں ۔ ؎

خاصا قرب وہ شیخ زمن ⁂ عرفان کے گھر کا پاک رتن
ہے علم و معارف میں جعفر ⁂ ہے کرم میں معًا اس کا چاکر
جب عرفان کی تقریر کرے ⁂ ہر سامع کوں تصویر کرے
تھا علم کا او کشور پورا ⁂ جو وصف کروں ہیں وہ تھوڑا
من اوس کا تقوے سوں لیا چھو ⁂ دل اس کا نت ستھرا چھو

دوسری جگہ اپنی کتاب مثنوی "من ہرن" کی ابتدا میں فرماتے ہیں ؎

اے ترے فرمان میں کل وحدت و کم ⁂ باقر حیران کے اوپر کرم
تیری کل اولاد کی حرمت ستے ⁂ تیرے مریدان کی حرمت ستے
غیر کی صحبت سے مجھ کو دور کر ⁂ در پہ تیرے رکھ مجھے شام و سحر
یک تم احسان سوں تیرے بوالحسن ⁂ علم کے دریا ہوا فرد رتن
برج حقائق کا تھا سورج او ⁂ گنج دقائق سوں اتھا پورا او
محو شریعت کی اتھی اوسکو چال ⁂ محو حقیقت میں اتھا اوس کا حال

اسی طرح "النفحات الشمامۃ الکافوریہ فی وصف المعاہد الایلوریہ" کے آخر میں اپنے شیخ کی شان میں فرماتے ہیں ؎

شریف سید سند کریم ⁂ غدا فی الفخر مستند الکرام
ھو الصندید فی غرر السجایا ⁂ زکی العلیا الامام ابن الامام
ابو الحسن العلی القدر شانا ⁂ حسینی المناقب والمقام
و رکن الدین بالاسلام عونا ⁂ علی اعلانه فی الاھتمام

وانت لدین ربك نعم عون وانت لشرع جدك خیر حامی
علیك تحیة الرب السلام کلامی عن ثنائك فی قصور

اسی طرح "من موہن" اور "مثنوی" "درین" اور دوسری کتابوں میں آپ کا ذکر فرمایا ہے

اوصاف حسنہ و حلیہ آپ بلند قامت چھریرے بدن کے تھے، سینہ چوڑا تھا، پیشانی کشادہ تھی۔ ڈاڑھی گھنی اور کسی قدر لمبی تھی اور رنگ گندمی مائل تھا۔

آپ کے اندر استغنا و توکل بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ تا زیست کبھی کسی اُمراء کے دروازے پر تشریف نہیں لے گئے۔ ہاں اگر مریدین و معتقدین میں سے کسی نے بہت زیادہ الحاح وزاری کیا تو اس کی دلجوئی کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے، ہر معاملے میں شرع کو ملحوظ رکھتے کبھی آپ نے خلافِ شرع قدم نہیں اٹھایا، حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو شرع کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھا یا کہیں اس نے حمایت شروع نہیں کی، تو اس سے انتہائی درجہ متنفر اور مبغوض رہتے، اس سے کسی قسم کا تکلم بھی پسند نہ فرماتے۔ ملحدوں اور روافضوں سے ہمیشہ کوسوں دور رہے۔ کبھی ان کو پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ تا زیست آپ باترتیب رہے۔ ہاں البتہ آپ جبکہ ۱۱۶۵ھ میں بمرض تپ مبتلا ہوئے تو ایک روز بے ہوشی کے عالم میں نماز عصر و مغرب قضا ہوگئی، جس کی قضا آپ نے عشاء میں پڑھی۔ اس کے علاوہ آپ سے کبھی سہواً بھی نماز قضا نہ ہوئی جیساکہ واقعات شاہد ہیں (انشاء اللہ آگے اس کا ذکر آئے گا) حتیٰ کہ مرض الموت میں جب آپ مبتلا ہوئے اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی تو اشارے سے نماز ادا فرماتے رہے۔ چنانچہ حضرت ذوقی "الشاء عنہا ذوقی" میں اور "باخبر آگاہ "تحفۂ حسن" میں اور مولانا سید محمد قادری "ضمیمۂ جواہر السلوک" مصنفہ قطب

ویلور میں ذکر فرماتے ہیں کہ او بغایت بے پروا بود ...... بہ خانۂ اُمراء و اغنیاء.. تشریف نمی برد مگر از مریدان و معتقدان او ہر کہ الحاح وزاری می کرد بہ خانۂ او می رفت واز کسے کہ حمایت شرع نمی کند، بغایت نفور بود واز گروہ روافض وملاحدہ دُور ودر رعایت احکام شرع زیادہ ... سعی می کوشید واو را گاہے ندیدم کہ نماز او قضا شدہ شد مگر در سنہ یکہزار و یکصد و شصت و پنج چندروز بہ مرض تپ مریض بود و طاقت ایستادن نہ شد. نماز بروقت نشستہ می خواند، ودراں ایام از عصر تا مغرب بے ہوش بود. چوں بہ ہوش باز آمد عصر ومغرب را قضا کردہ وایں دو نماز ہیچ نمازے از و قضا نہ شدہ و در آخر مرض وفات نماز ہا بہ اشارہ می خواند.

ایک مرتبہ نواب والاجاہ آپ کی خدمت میں جاگیر کا پروانہ لئے حاضر ہوئے اور قبول پروانہ کے لئے بہت کوشش کی، لیکن آپ نے یہ کہتے ہوئے پروانہ رد فرمادیا کہ ؎

شاہی و ملکِ شاہی قربِ جوئے نسنجد

در ملک فقر ودستے بالا است بور یارا

اسی طرح ایکمرتبہ نواب حیدر جنگ نے ایکہزار روپیہ بھیجکر حیدرآباد آنے کی درخواست کی، لیکن آپ نے وہاں جانا بھی گوارا نہ فرمایا. آپکے بخشش وعطا کا یہ عالم کہ کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہ گیا. حالاں کہ آپکے پاس کوئی جائیداد نہ تھی اور آمدنی کا ظاہراً کوئی ذریعہ نہ تھا اور نہ ظاہراً معاشی حالات بہتر بنانے کی کوئی صورت تھی، اس کے باوجود آپ کے جُود وسخا میں کبھی فرق نہ آیا.

باقر آگاہ "تحفۂ احسن" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ... وبنہ الیشان بہ مثابہ البیت کہ ہیچ سائل از درگاہ ایشاں محروم نہ رود. یعنی آپ کی سخاوت اس درجہ میں ہے، کہ کوئی سائل آپ کی بارگاہ سے محروم نہیں جاتا ہے. بُردبار، حلیم الطبع ایسے کہ کبھی کسی

بہ سوائے خلاف شرع امور کرنے والوں کے اظہار غضب نہ فرمایا۔ آپ کے اندر تواضع
وانکسار اس درجہ پایا جاتا ہے کہ جو کوئی آپ کی خدمتِ اقدس میں آیا، ہر ممکن دلجوئی اس کی
فرماتے ہمیشہ اس طرح کلام فرماتے جس سے سامع بہت خوش ہوتا، کبھی آپ نے کسی
کے عیوب خلوت یا جلوت میں اظہار نہ فرمایا، بلکہ کسی کے کوئی عیب نظروں کے
سامنے آگئے تو ہمیشہ آپ نے اغماضِ چشم سے کام لیا اور اس کی عیب پوشی فرماتے
رہے۔ جو کوئی معتقدین اہلِ دول میں سے آپ کی خدمت میں آکر نذرانہ پیش کرتے
انہیں ہمیشہ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل رہنے کی نصیحت فرماتے
علاوہ ازیں ہر وہ پند و نصائح جو ان کے حق میں مفید ترین ہوتے، فرماتے رہتے۔ ہمیشہ
آپ کی مجلسوں میں علم و معرفت کی گہر افشانیاں ہوتی رہتیں۔ چناں چہ باقر آگاہ تحفۂ
احسن "میں تفصیلاً" ذکر فرماتے ہیں، کہ حلم وحیا ایشاں بہ منزلہ ایست کہ گاہے
بر کسے غصہ نمی کنند الا بامر اللہ وتواضع تمام دارند ہر کسے کہ برائے ملازمت
سراسر سعادت ایشاں می آید۔ برائے او قیام تمام می نمایند و برائے آں سرورِ خاطر
او سخنانِ فرح انگیز می گویند و عیب پوشی و ستاری ایشاں بہ مرتبہ ایست کہ زنہار
عیبِ کسے چہ در ملا و چہ در خلاء بر زبانِ حق بیان خود نیارند۔ اگر تقصیری ہم از کسے
صادر شود، اغماضِ نظر کردہ در گذرند و بسیار بے تکلف اند در ایشاں نمائش بالکل
نیست گاہے بر قالین می نشینند و گاہے بر بوریائے کہنہ۔ اگر از اہلِ دول برائے حصول
سعادت ملازمت می آید با او بنشینند و اگر نذرے آوردہ باشد، قبول کنند و امر
بالمعروف و نہی عن المنکر و نصیحت در رعایا پروری و لشکر نوازی و احیائے
رسوم عدل و داد می کنند و اکثر در مجلس شریف ایشاں ذکر سخنانِ دینی و اسرار یقینی
می شود و اگر کسے ذکر دنیا می کنند برائے تطییب قلب او در استماع فرمایند و بداں تکلم

نکنند۔ علاوہ ازیں آپ کی مقدس شخصیت بہت سی نمایاں خصوصیتوں کی حامل تھیں جسکو حضرت ذوقیؒ نے لطائف لطیفی کے اندر بدیں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اے عزیز! ــــ ہمارے شیخ حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری رضی اللہ عنہ چند نمایاں اوصاف رکھتے تھے، اول یہ کہ آپ ظاہر و باطن کے جامع تھے اور یہی لئے اہل ظاہر نے آپ کے ظاہر سے اور اہل باطن نے آپ کے باطن سے فائدہ حاصل کیا۔ دوم یہ کہ احکام شرعیہ کے نافذ کرنے میں وسعت سے زیادہ کوشش فرماتے۔ سوم یہ کہ جو کچھ آپ کے سینے میں آتی اس کو شریعت پر پیش فرماتے۔ اگر شریعت اس کو قبول کرتی یعنی موافق ہوتی تو اس کو قبول فرماتے اور کلام کرتے، ورنہ اس سے اعراض فرمالیتے۔ چہارم یہ کہ کوئی امر امور شرعیہ میں سے آپ سے کبھی فوت نہیں ہوا۔ پنجم یہ کہ شیعہ شنیعہ سے آپ پورے طور پر احتراز فرماتے اور اپنے متبعین کو بھی ان کی صحبت سے بچنے کا حکم فرماتے۔ ششم یہ کہ ملحدین کے گروہ سے بہت زیادہ نفرت فرماتے اور اپنے خدام وغیرہ کو ان کی قربت اور ان کی باطل گوئی سننے سے الگ رہنے کا حکم فرماتے۔ ہفتم یہ کہ آپ جب مسائل معرفت کی تقریر فرماتے تو نہایت سنجیدگی اور احتیاط سے سلجھے ہوئے انداز میں فرماتے تاکہ شریعت کے اندر اس سے کچھ خلل آئے۔ اور ہشتم یہ کہ نامحرموں کے سامنے کشف الٰہی کی قطعی گفتگو نہ کرتے اور فرماتے کہ یہ معنی ان کے سامنے بیان کرنا ان کی گمراہی کا سبب ہے۔ نہم یہ کہ لوگوں کی عقل کے موافق گفتگو کرتے اور ہر شخص کے ساتھ اسرار الٰہی میں سے اس کے حوصلہ کے موافق بیان فرماتے۔ دہم یہ کہ آپ کسی کو مافوق الطاقت تعلیم نہ فرماتے کیونکہ اسرار کا بیان طالب کے حوصلے سے زیادہ طالب کو اضطراب میں ڈالدیتا اور راہِ شریعت اس کی سلامتی سے دور پھینکدیتا ہے۔ یازدہم یہ کہ اپنے پیرو مرشد کے

اقوال کی تصحیح ثابت کرنے میں مناسب حال سے کوشش فرماتے اور ان کی عزت کے دامن کو طاعنین کے غبار طعن سے دور رکھنے کی سعی فرماتے او مرشد کی تعظیم و پاس حرمت تقویت ایمان کا سبب جانتے۔ پابندئ صلوٰۃ کے بارے میں اوپر ذکر آچکا ہے، مزید ثبوت کیلئے ایک واقعہ جس کو حضرت ذوقی نے الشاء عقائد ذوقی کے اندر ذکر فرمایا ہے کہ از سید لطف اللہ و سید عمر می گفتند کہ شیخ ما شیخ المشائخ حضرت شاہ سید ابوالحسن القادری رضی اللہ عنہ در سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و یک بمیرزح بالہ تشریف بردو ما ہمراہ بودیم۔ روزے در آں جا بعد تناول طعام چاشت او را قی شروع شد تا آنکہ بیہوش گردید ما در پیش روئے مبارک او نشستہ بودیم و او را ہیچ خبر نہ بود تا آنکہ وقت ظہر در رسید آں بہ ہوش آمد و گفت وقت ظہر آمد گفتیم آری گفت مرا بنشانید نشستہ نماز ادا کرد۔ پس گفت مرا بخسپانید خسپانیدیم باز بے ہوش شد تا آں کہ وقت عصر در رسید باز بہ ہوش و بہ طور سابق نماز بخواند ہمچنیں ہر نمازے بہ ہوش آمدہ نماز ادا می کرد و بہ غایت متحمل و ضبیق بود۔

یعنی سید لطف اللہ اور سید عمر سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت ابوالحسن القادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۱۸۱ھ میں بہ مقام میرزح بالہ تشریف لے گئے اور ہم دونوں آپکے ہمراہ تھے۔ ایکدن وہاں ناشتہ کھانے کے بعد آپ کو قے شروع ہوئی، یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے اور ہم لوگ آپ کے چہرے کے سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے لیکن آپ کو قطعی خبر نہ تھی، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا اور آپ ہوش میں آگئے فرمایا کہ ظہر کا وقت آگیا؟ ہم لوگوں نے کہا۔ ہاں! فرمایا۔ ہمیں بٹھادو۔ ہم لوگوں نے بٹھا دیا۔ آپنے بیٹھکر نماز ادا کی۔ پھر فرمایا۔ سلادو۔ ہم لوگوں نے سلادیا۔ پھر آپ بے ہوش ہوگئے، یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا اور آپ ہوش میں آگئے اور بدستور سابق نماز ادا

کی۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت ہوش میں آجاتے اور نماز ادا فرماتے۔ حالاں کہ آپ انتہائی تکلیف میں تھے۔ اسی کمالِ اتباعِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور متابعتِ شریعت مطہرہ کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مرتبۂ غوثیت پر فائز فرمایا تھا۔ چناں چہ حضرت ذوقی الشاہ لطف اللہی اور لطائف لطیفی والشاہ عقائد ذوقی کے اندر تھوڑے تغیر الفاظ کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ من در سنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد و پنج در آرکاٹ سکونت پذیر فتم و قصیدہ بردہ اکثر اوقات می خواندم۔ شبے حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم را معاملہ دیدم کہ قطعہ از قرطاس بہ من عنایت فرمودند۔ دراں مرقوم بود یا خود فرمودند کہ پدر شما بر مقام غوث الاعظم اند" واللہ علیٰ ذالک لشہید یعنی میں ۱۱۷۵ھ میں آرکاٹ میں سکونت پذیر تھا اور اکثر قصیدہ بردہ شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات میں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک معاملہ میں دیکھا کہ کاغذ کا ایک ٹکڑا مجھکو عنایت فرمایا۔ اس میں لکھا تھا۔ یا حضور نے خود فرمایا کہ تمہارے والد غوث الاعظم کے مقام پر ہیں۔ (واللہ علیٰ ذالک لشہید) اللہ اس پر گواہ ہے

کرامات

آپ کی ذاتِ بابرکات سے بیشمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔ چند کرامات مطالعہ ناظرین کے لئے پیش کررہا ہوں۔ اولیاء اللہ سے کرامتوں کا صدور خالق کائنات کی قدرت مطلقہ اور اسکے وجود کی دلیل ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ مسئلہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو کائنات کے تصرف کی طاقت و قدرت عطا فرمائی ہے جو کچھ ان سے خرقِ عادات کا صدور ہوتا ہے۔ یہ کوئی شعبدہ نہیں بلکہ منجانب اللہ عطا کردہ ایک حقیقت ہے جو صاحبِ کرامات کی بزرگی اور مقبولیت عنداللہ کی دلیل ہیں۔ یہ امتِ خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم کے علماء و صلحا کا اتفاق ہے اور عقائد کا مسئلہ ہے کہ کرامات الاولیاء حق۔ چناں چہ علامہ سعد الدین

تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کرامات الاولیاء حق کے تحت فرماتے ہیں والدلیل علی...
حقیقۃ الکرامۃ ماتواتر من کثیر الصحابۃ ومن بعدھم بحیث لا
یمکن انکارہ خصوصًا الامر المشترک وصیلہ وان کانت التفاصیل
احادا وایضًا الکتاب ناطق بظھورھا من صاحب سلیمان علیہ السلام
ومن مریم وبعد ثبوت الوقوع لاحاجۃ الی اثبات الجواز[1]

اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اپنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ کسی مصیبت زدہ کی فریاد کو پہنچیں اور اس کی مدد فرمائیں۔ اس کے ثبوت میں سینکڑوں تاریخی شواھد ہیں جس کے لئے تاریخ وسیر کی جانب رجوع فرمائیں۔ حضرت قربی کی شخصیت بھی انہیں میں سے ایک ہے، جن سے مختلف وقتوں میں خرق وعادات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت ذوقی اپنی کتاب انشاء عقائد ذوقی کے اندر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دن سید فضل اللہ نامی ایک آدمی جو ادھر ادھر پھر رہا تھا، پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لایا گیا، میں نے حضرت سے کہا کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھتا اور ناز یبا حرکتیں کرتا رہتا ہے حضرت شیخ نے فرمایا۔ دوسری مرتبہ ایسا نہ کرنا اور بہت سمجھایا۔ اس پر اس نے بہت زیادہ گستاخانہ کلمات استعمال کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اس مردود کو باہر کردو۔ وہ شخص وہاں سے نکلتے ہی اسی دن دق میں مبتلا ہوگیا اور زرع و خون اس کے سینے سے نکلنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ چند روز میں ختم ہوگیا۔

ایک دوسرا واقعہ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ ایک لڑکے کو ایک آم کے درخت جو صحن مسجد میں واقع ہے، بکریوں کے لئے پتے توڑنے کو چڑھایا، اور

---

[1] شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۰۵

خود حضرت درخت کے نیچے کھڑے رہے۔ قضارا وہ لڑکا درخت کی بلندی سے سقف مسجد پر گرا اور پھر وہاں سے صحن مسجد میں آگرا۔ اس وقت آپ کی زبان سے نکلا. خدا حافظ پھر آگے بڑھکر اٹھایا تو بحمد اللہ وہ محفوظ تھا اور اسے کسی قسم کی ضرب نہ پہنچی۔"

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اہل نائط سے ایک عورت بہت زیادہ بیمار ہوگئی اکثرت علاج کے باوجود وہ صحتیاب نہ ہوسکی تو حضرت قربی کی خدمت میں لائی گئی. عورت مذکور نے حضرت قربی سے کہا کہ اگر میں اچھی ہوگئی تو حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنا صدقہ کروں گی، شیخ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم نے نذر نہ پوری کی تو زبردست نقصان اٹھاوے گی بفضل اللہ تعالیٰ وہ اچھی ہوگئی مگر منت پوری نہ کی. اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی دنوں بعد ایک روز اس کے کپڑوں میں آگ لگی اور جل کر مرگئی۔

حضرت ذوقی عقائد ذوقی کے اندر باب مناقب قربی میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں، جن کے راوی سید مصطفےٰ و سید اسمٰعیل ہیں. ان دونوں حضرات نے نور اللہ شاہ و سید لطف و سید عمر و سید یاسین سے روایت کی ہے. یہ لوگ فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۱۸۰ھ میں حضرت شیخ قربی سید پور میں شیخ عبدالحق محمد مخدوم ہادی رضی اللہ عنہ کے مقبرے کے قریب قیام پذیر تھے اور ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک دن صاحبزادہ غلام احمد نہایت غضب میں آپ کے سامنے آئے اور بیٹھ گئے. اور کہا کہ شما در کتاب خود نوشتہ اید کہ شریعت اصل است و حقیقت فرع. بہتر آن است کہ آں چہ نوشتہ اید محو نماید. شیخ فرمودہ. صاحبزادہ من آں چہ نوشتہ ام در حضور شیخ نوشتہ ام و شیخ آں را مطالعہ فرمودہ، ہیچ نہ فرمود بلکہ فرمود. اگر ما می نوشتیم ہمچنیں نوشتیم، یعنی کہا کہ آپ نے اپنی کتاب میں شریعت اصل اور حقیقت فرع لکھا ہے. بہتر یہی

ہے

کہ آپ لکھی ہوئی عبارت کو مٹا دیں۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے حضرت مخدوم کے سامنے لکھا ہے اور حضرت نے اس کا مطالعہ فرمایا ہے لیکن کچھ نہ بولے۔ بلکہ یہی فرمایا کہ اگر میں لکھتا تو یہی لکھتا۔ اس بات پر صاحبزادے نے کان نہ دیا اور عبارت مٹانے میں مشغول ہو گئے۔ ہمارے شیخ استاد زادے ہونے کی وجہ سے حرمت مرشد کا لحاظ کرتے تھے خاموش رہے، مزید صاحبزادے نے نازیبا باتیں اور گستاخیاں کیں، پھر بھی حضرت خاموش رہے۔ اس شب حضرت مخدوم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ نہایت شفقت کا مظاہرہ پیش آئے اور ان کی نازیبا حرکتوں کو تسلیم فرمایا، ابھی دو تین روز بھی نہیں گذرے تھے کہ صاحبزادے کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ اسی سراسیمگی کے عالم میں حضرت کی خدمت میں آکر پاؤں پر گر گئے اور رونے لگے تو حضرت نے خطائیں درگذر فرمائیں اور صاحبزادے کو شفاء ہو گئی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حسن امام خان اور مرتضیٰ نامی دو شخص جو بہت کٹر رافضی تھے، ان دونوں نے حضرت قربی کو قتل کرنے کیلئے چار آدمیوں کو متعین کیا۔ وہ ... چاروں گھات میں تھے تاکہ شیخ کو شہید کر ڈالیں، ابھی دو تین دن بھی نہیں گذرے تھے کہ ان چاروں میں سے ایک مر گیا اور تین بالکل دیوانے ہو گئے جن کا بعد میں بہت ہی برا حشر ہوا۔

اس زمانے میں جبکہ نواب سعادت اللہ خان کی اولاد حکومت کر رہی تھی، نواب رضا خان ویلور کا قلعہ دار تھا، وہ بہت بڑا ظالم تھا، اس نے بہت سے غریبوں کے گھر اجڑوا دیئے تھے، حضرت قربی کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ :- غریباں خیفراں کا توڑیا ہے سایہ۔ رضا خان کی دولت کا مٹنا ہے پایہ۔ چند دن بھی نہیں گذرے تھے کہ اس کے بھائی مرتضیٰ خان نے ویلور کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔"

باقرآگاہ نے حضرت ذوقی کے حوالے سے اور اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے، کہ حضرت قربی نے بہت سے بیماروں کو اچھے کئے، ان کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ نے وہ اثر عطا فرمایا تھا کہ کسی قسم کی تکلیف خواہ درد یا اور کوئی چیز ہو، فوراً دور ہو جاتے تھے چنانچہ جمال محمد نامی ایک آدمی آپ کے مریدین میں سے تھے، جن کو فالج اور لقوے کی شکایت ہو گئی۔ مختلف حکیموں کا علاج کرایا، لیکن مرض دفع نہ ہوا، انہوں نے حضرت قربی سے دعا کی درخواست کی تو حضرت نے کچھ پڑھکر ان کے بدن پر پھونک دیا۔ لوگوں کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مرض اسی وقت دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گیا اور چند دنوں میں بالکل تندرست ہو گئے۔ نیز سید لطف اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسی طرح حضرت کی وفات کے بعد ۱۱۸۵ھ میں محمد جعفر نامی ایک بچہ پانی کے حوض میں گر کر ڈوب گیا، ہر چند میں نے تلاش کیا، نہ ملا، حاضرین میں سے ایک شخص نے غوطہ لگا کر تلاش کیا تو اچانک بچہ ان کے ہاتھ میں آگیا لیکن اس میں زندگی کی ایک رمق بھی بالکل باقی نہ تھی، آخر بچے کو حضرت قربی کے مزارِ مقدس پر لا کر لٹا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ بیٹھا اور روتے ہوئے اپنی ماں کو تلاش کرنے لگا۔

نکاح و اولاد

آپ کی شادی خاندان ہی میں قریبی چچا سید محمد علی صاحب قادری المعروف بداین صاحب کی صاحبزادی بی بی... امت الوکیل عرف ماں صاحبہ سے ہوئی۔ سید محمد علی قادری سید قطب الدین عرف صاحبو صاحب کے لڑکے اور سید عبداللطیف عرف باپوجی کے پوتے تھے۔ بی بی امۃ الوکیل صاحبہ صلاح و تقوی، حفظِ غیب، پاس، آداب و مروت اور تواضع و خلاق میں بہت مشہور تھیں، آپ غربا پر بہت زیادہ شفیق تھیں اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپ مہمانوں کو کھلا کر خود بھوکی

آج بھی بحمد اللہ حلیہ پیرانیوں کا یہی حال ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ مہمانوں کو کھلا کر خود بھوکی رہ گئی ہیں۔

رہ گئیں" کوئی سائل آپکے دَر سے محروم واپس نہ گیا۔ آپنے کبھی کسی کے ساتھ سخت وسُست کلمات کا استعمال نہ فرمایا۔ صبر و رضا، حلم وحیا اور قناعت وتوکل میں اپنی مثال آپ تھیں۔ پابندی صلواۃ سختی سے کرتی تھیں، بلا عذر شرعی کبھی آپسے نماز قضا نہ ہوئی" تا زیست آپنے کبھی حضرت قربی کی جانب سے حرفِ شکایت زبان پر نہ لایا، جو کچھ میسّر ہوا کھاتا اور پہن لیا، حضرت بی بی اَمَتُ الوکیل کا انتقال پُر ملال حضرت قربی کی زندگی ہی میں ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۷۵ھ پیر کے دن سرفہ کے مرض میں ہوا" (مزار صحن مسجد میں واقع ہے) آپکے بطن سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپکے ایک صاحبزادے سیّد علی محمد عرف بڑے صاحب کا تپ دق میں ۱۵ رشعبان المعظم ۱۱۷۵ھ کو جمعہ کے دن انتقال ہوا، جن کا تذکرہ حضرت ذوقی نے بھی الثنا لطف الٰہی میں فرمایا ہے (مزار آپ کا صحن مسجد میں واقع ہے) دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین سیّد شاہ عبداللطیف ذوقی قدس سرہ العزیز ہیں، جن کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے، آپ کی بڑی صاحبزادی کا نام ساجدہ بیگم تھا، جو گھر میں بیگم کے نام سے مشہور تھیں۔ آپ کا وضع حمل کے پانچ چھ دن بعد انتقال ہوگیا، ان سے جو بچہ ہوا، ان کا نام سید محمد قاسم رکھا گیا۔ باقی دو لڑکیاں جن کا نام جمیلہ خاتون صاحبہ و عائشہ خاتون صاحبہ تھا، یہ تینوں بیبیاں بالکل اپنی ماں ہی کی طرح بھنوا و راہنیں کے نقش قدم پر عمل پیرا تھیں"

تصنیفات

آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، مختلف فنون میں آپ نے کتابیں لکھیں۔ حضرت ذوقی الثنا عقائد ذوقی میں تحریر فرماتے ہیں کہ" او رضی اللہ عنہ تصانیف بسیار است، در علم عقائد و تصوف و فقہ و رد ملاحدہ کان جامعًا بین الشریعۃ والحقیقۃ و ردا فعا علی جنایات اھل الالحاد والزندقہ الخ" ان میں بعض کتابیں کتب خانہ لطیفیہ مکان حضرت

قطب ویلور قدس سرہ میں محفوظ ہیں اور بعض کا کچھ پتہ نہیں۔ ایک کتاب "نمک نامہ" حیدرآباد سے شائع ہوئی تھی، پھر نایاب ہوگئی اور حال ہی میں ایک دیوان آپ کی حیدرآباد میں ملی ہے جس میں ایک ہزار اشعار ہیں، بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے" جملہ تصنیفات میں سے جن کتابوں کا نام مل سکا ہے، درج کیا جا رہا ہے، رسالہ اثبات، وجود حقیقی، اس کتاب کے اندر آپ نے جملہ موجودات کا وجود، وجود حقیقی ثابت کیا اور جن لوگوں نے وجود کی تقسیم حقیقی و مجازی کی جانب کی ہے۔ اس ابطال کرتے ہوئے حقیقی ثابت فرمادیا ہے رسالہ حق الحق[۲] اس کے اندر آپ نے کشف مقید و کشف مطلق کی بحث کی ہے، اور جن لوگوں نے کشف مطلق پر شبہ کرتے ہوئے اس کو کشف الٰہی میں داخل کیا ہے اس کا مختلف پیرائے میں آپ نے جواب دیا ہے رسالہ ۲۳) رسالۂ بحرالاسرار جو فن تصوف میں آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ رسالہ مذکور منظوم فارسی ہے۔ [۳] رسالۂ برہان انقاطع فی البیان توحید الجامع۔ اس رسالہ کے اندر آپ نے نسبت عینیت و نسبت غیریت بین العبد والرب پر اجمالاً بحث کی ہے [۴] رسالہ دلیل محکم فی توحید الاقوم اس رسالہ میں آپ نے بندہ کے فاعل مختار ہونے پر اقوال علماء و عرفاء کو سامنے رکھتے ہوئے بحث کی ہے۔ [۵] رسالۂ عین العیان اس میں آپ نے مراتب وصول الی اللہ کے اقسام کو بتاتے ہوئے ہر ایک پر اجمالاً بحث کی ہے [۶] رسالۂ حق المعرفت میں مسئلہ معیت پر بحث کی ہے۔ [۷] رسالۂ تحفۃ الذاکرین اس رسالہ کے اندر آپ نے جملہ اذکار و اشغال ذکر جلی مطلق، ذکر قلبی مطلق، ذکر روحی مطلق و خفی مطلق و سلطان الاذکار اور شغل نا وت و شغل نصو مطلق و شغل لطیفہ، شغل سہ پایہ و شغل معیت مطلق وغیرہم پر اجمالاً بحث فرمایا ہے۔ [۸] رسالہ وجدان۔ اس میں آپ نے حقیقت وجدان پر بحث کی ہے۔ [۹] رسالہ خلاصۃ العرفان میں عینیت و غیریت اور فنا و وصال

ومعیّت مقیدہ ومطلقہ اور مُظہر ومَظہر وغیرہ پر مختلف زاویے سے بحث کی گئی
ہے. رسالہ[10] جمع الجمع اس رسالہ میں مسئلہ عینیت وغیریت پر بحث کی ہے، رسالہ[11]
تجدّد امثال. اس رسالہ میں آپ نے دیگر صوفیہ کے مسلک کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے
مسلک کا اظہار کیا ہے" رسالہ[12] افادہ از دلیل محکم اس میں آپ نے صفات
عبد جب فنا ہو کر صفاتِ رب سے متصف ہوجاتا ہے، جسے اصطلاحِ صوفیہ میں قربِ
نوافل ونور وعارف الوجوہ ومنزلِ لاہوت کہتے ہیں، بحث کی ہے، رسالہ[13] لب السلوک
اس کتاب میں آپ نے عقائد اور مسئلہ بیعت پر تفصیلاً بحث کی ہے" رسالہ[14] اسم اللہ
قاب قوسین. اس رسالہ میں آپ نے بتایا ہے کہ اسم وفعل وصفات وذات مظہر
اسم وفعل وصفات وذاتِ الٰہی ہیں. رسالہ[15] توفیق کے اندر مسئلہ بیعت ہی وغیرہ
پر مفصلاً بحث فرمایا ہے. رسالہ[16] مظہر کل. اس رسالہ کے اندر آپ نے بتایا ہے
کہ تمام مظہر کی حیثیت آئینہ کی ہے، جس کے اندر ذاتِ رب کا عکس ظاہر ہے
رسالہ[17] حلال در حل کے اندر بھی مسئلہ عینیت ہی بحث کی گئی ہے"[18] نماز نامہ"
فنِ تصوف ہی میں دکنی زبان میں منظوم ہے.[19] میزان العقائد. یہ اپنے نام ہی سے
ظاہر ہے کہ اس میں کیا بحث ہوگی. تقویۃ الایقان[20]. یہ رسالہ بھی تصوف ہی میں ہے
اور ایک کتاب آپ نے " ردّ ملحدان ومتبدعان میں بھی تصنیف فرمایا ہے" رسالہ[21]
منہج التحقیق فی افضلیت الصّدیق رضی اللہ عنہ. یہ رسالہ حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور خلافت کے بارے میں ردِّ شیعہ میں لکھا گیا ہے. رسالہ
دلائل المنیفہ فی ردِّ مذہب شیعہ الشنیعہ. اس رسالہ میں آپ نے
رافضیوں کے عقائد کو بتلاتے ہوئے ان کے مذہب کا ابطال ورد فرمایا ہے[22] علاوہ ازیں
آپ نے کئی منظوم رسالے کیمیا ہدایت نامہ کے طرز پہ تصنیف فرمایا ہے جو مختلف

مضمون میں ہے۔

شاعری ۔ آپ کو شاعری سے بھی بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ جیسا کہ آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ آپ نے دکنی اور فارسی میں بہت زیادہ اشعار کہا ہے۔ چناں چہ آپ کے دو دیوان فارسی و دکنی زبان میں موجود ہیں، جیسا کہ ذوقی نے الانشاء لطف اللہی میں ذکر کیا ہے کہ "حضرت ما و سخن شناس یگانۂ آفاق بودند و آں حضرت را دو دیوان است یکے فارسی و یکے دکنی مشہور است۔" آپ کے اشعار میں زیادہ تر مضمون تصوف ہی کا رنگ غالب ہے اور فن تصوف کے مختلف اہم مسائل کو آپ نے اشعار میں نہایت بہتر انداز میں سمجھایا ہے۔ "چند اشعار فارسی و دکنی زبان کے مطالعۂ ناظرین کے لئے درج کر رہا ہوں، جس سے آپ کی شاعری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔" ؎

در مجمع ما دوستی ماہ چہ باشد — چوں روئے ہلال ابروئے ما ماہ تمام است
موقوف قیامت شدہ دیدن نادان — در دیدۂ عشاق تجلّی دوام است
قربیؔ چہ کنی فکرت نزدیکی و دوری — خوش باش رہ وصل دلارام دو گام است

؎

در گوشۂ یاقوت لب خال سیہ نیست — در ہیچ دکانے شکر بے مگسے نیست
قربیؔ چشم آہ تو با نالہ رواں شد — رسم است کہ ہر قافلہ بے خبرے نیست

؎

بحمد اللہ سعادت دارم امشب — کہ مہمان شد بت عیارم امشب
رخش گل، چشم نرگس، زلف سنبل — زہے ایں چمن گلزارم امشب
ز زلف و بینی زریں چندیں شب تار — بدست خویش ماہے دارم امشب
شود از دولت آں بخت بیدار — رفیقم بخت یاور دارم امشب

دو عالم بر حسن قربی حجاب است — حجاب زبیش او بردارم امشب

دنیا میں اے دوست جو کرتا ہے سوکرتا — آگے عشق میں دل دار کے مرجا

ظلمات کو کثرت کی دل و جان سی کر محو — انوار میں توحید کی جیوں آگ میں جینا

خلق میں دوست عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا — پردہ پوش اس کا گماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہوا و حیو ہو را ایک گماں جانی سوں — اے گماں آفت جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

عمر اوراق پھرانے میں گنوایا ساری — علم نکتہ میں بیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

گل گلزار کا گلگشت عبث تھا قربی — کہ سمن بر کا جیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

وفاتِ حسرت آیات

آپ کا وصال بیس رمضان المبارک شب پنجشنبہ بمقام ویلور ہوا۔ حضرت مکان کے احاطے میں مسجد کے مشرقی حصے میں سپرد خاک فرمائے گئے۔ مزار مقدس پر اب قبہ بھی تعمیر ہے جس کے اندر آپ کی اور اولاد و احفاد بھی محو خواب ہیں، آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ذوقی الثانی "عقائد ذوقی" میں تحریر فرماتے ہیں:- "وفات او در بلدۂ ایلور در سن یکہزار و یکصد و ہشتاد و سہ شب بیستم رمضان المبارک شب پنجشنبہ پس عمر او شصت و ہفت سال باشد۔ اس سے سن وفات ۱۱۸۳ھ ہوتی ہے اور حضرت باقر آگاہ نے جو قطعہ تاریخ کہی ہے، اس سے ۱۱۸۲ھ نکلتی ہے اور یہی قطعہ قبہ مذکور میں بھی کندہ ہے۔"

قطعہ :-

"رکن دین شاہ ابوالحسن قربی — پیشوائے مقربان اِلٰہ

چوں کہ دریافت قرب حق سالش — غاب قطب البلاد گفت آگاہ"

——— ۱۱ — ۸ — ۲ ———

ملفوظات

۱۔ فرماتے ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یا ایھا الذین

آمنوا آمنوا باللہ و رسولہ ایمان دل سے مراد ایمان ظاہر ہے اور ایمان ثانی سے ایمان باطن کی جانب اشارہ ہے یعنی اے مومنو! جس طرح تم ظاہر پر ایمان لائے اسی طرح باطن پر ایمان لاؤ، اس لئے کہ ایمان باطن ظاہر کی تکمیل ہے۔"

[illegible] فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے اندر آیات جمعیتِ حقیقی و غیریتِ حقیقی دونوں پر دلالت کرتی ہیں اور ان دونوں کے جمع کے بارے میں بھی آئی ہیں، ایسے ہی احادیث اور اقوالِ اولیاء کرام بھی ہیں، لہٰذا دونوں حقیقی ہیں۔ اور ان دونوں پر ایمان لانا لازمی ہے۔ ان میں سے ایک پر ایمان لانا اور ایک پر نہیں لانا نؤمن ببعض ونکفر ببعض کا مصداق ہے (ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں) پس طالب کو چاہئے کہ مرشد کامل سے اصطلاح جمع العینین مذکورین حاصل کریں تاکہ الحاد اور انکار کے بھنور سے محفوظ ہو جائیں۔"

[illegible] فرماتے ہیں پہلے طالب کو لازم ہے کہ وہ عقیدۂ صحیحہ اہل سنت و جماعت نصرہم اللہ پر پوری طرح عامل ہو اور اس پر اس کو محکم عقیدہ بھی ہو خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقام تفضیلیت میں اور اصحاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی شان میں گستاخی نہ کرے جیسا کہ اکثر جہلاء حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر بیٹھتے ہیں اور یہ گستاخی رفض کی سیڑھی ہے۔"

[illegible] فرماتے ہیں، وصولِ حق کیلئے ریاضاتِ شاقہ کا مرتکب ہونا ضروری نہیں کیونکہ اس کے ارتکاب سے معرفت حق حاصل نہیں ہوتی، بلکہ معرفت صحیح مرشد کامل کے قال سے حاصل ہوتی ہے اور بس"۔ لہٰذا مرد طالب کو چاہئے کہ مرشد کامل کی تلاش کرے اور جب تک اس کو نہ پا دے طلب کا پاؤں نہ روکے اور جب اس کو پالے جان و دل اس کا تابع ہو جائے۔

۵۔ فرماتے ہیں کہ ہر ہر مرتبہ روح مثال و جسم بالفعل و مطلق سے اس عالم میں ہوتا ہے، جیسا کہ اس عالم مقید میں ہے لیکن بعض مراتب اس کے بالفعل ہیں اور بعض بالقوہ ہیں۔ آناً فاناً بالقوہ بالفعل ہو جاتے ہیں اور کچھ کہ بالفعل ہیں، بالقوہ ہو جاتے ہیں اور اسی حالت کا نام تجدد امثال رکھتے ہیں۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سوال کرے، جب التزام ریاضات شاقہ موصل مقصود نہیں ہے تو اکثر اولیاء کبار نے کیوں اس کو لازم پکڑا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو وصالِ الٰہی کا اس قدر غلبہ و شوق جو معرض بیان میں نہیں آسکتے، لہٰذا اسی غلبہ کی حالت میں اس میں مشغول ہوئے اور یہ مقتضائے فرمان سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ اللہ لایُؤاخذ العشاق ما صدر منھم۔ اس صورت میں وہ معذور ہیں، لیکن مقصود حقیقی زبان مرشد کامل سے حاصل کئے ہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چھتیس سال ریاضات شاقہ کیا، لیکن حصول مقصود نہ ہو سکا۔ بارگاہ ربوبیت میں دعا کی تو ندا آئی کہ تم نے تیرے دیدار کے لئے کیا ہے اس لئے نہیں کہ یہ مقام حاصل کرو۔ پھر خطاب ہوا کہ اگر میرا دیدار چاہتے ہو تو مرشد کی خدمت کو جاؤ کیوں کہ اسی سے یہ دولت تم کو حاصل ہوگی۔ بعدہٗ آپ خواجہ بختیار کاکی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور چند سال آپ کی خدمتِ عالیہ میں رہ کر اپنے اصل مقصد کو حاصل کیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ چند سال میں نے عبادت میں لاحاصل گذار اور عمر ضائع کیا۔

[illegible] ۴

حاصل یہ کہ آپ کی شخصیت ہر حیثیت سے اہل عالم کے لئے مشعل راہ رہی پوری زندگی اسوۂ حسنہ کی پیروی میں گذاری۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قطب المدار کے مرتبہ پر فائز فرمایا تھا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی ستھری زندگی کو ہم سب کے لئے چراغ ہدایت فرمائے۔ آمین۔

(۳)

سیدنا حضرت مولانا محی الدین ابن سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی ابن سید شاہ ابوالحسن قادری قربی قدس سرہما کی ولادت باسعادت سنہ ۱۱۵۱ھ میں بمقام ویلور ہوئی، تاریخ ولادت آپ کی رخشاں ہے۔

تعلیم و تربیت ابتداءً اپنے والد بزرگوار حضرت قربی ہی کے پاس رہ کر چند کتب فارسیہ پڑھا چند دنوں کے بعد سلسلۂ تعلیم متروک ہو گیا اور ایک زمانے تک اس کا سلسلہ منقطع رہا، اسی انقطاعی دور میں جبکہ آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی، اپنے والد بزرگوار کے ساتھ شیخ ناصر رحمۃ اللہ علیہ کے قیام گاہ پر تشریف لے گئے (اس وقت شیخ موصوف کا مزار مقدس رانی پیٹ میں زیارت گاہ خلائق ہے) حضرت شیخ نہایت تعظیم سے پیش آئے اور اپنے سامنے حضرت ذوقی کو بٹھایا۔ حضرت ذوقی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ناچیز کیلئے زیادتی علم کی دعا فرمائیں۔ اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ تم اپنے ہمعصروں سے آگے بڑھ جاؤ گے" حضرت ذوقی خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت علم سے بالکل بے بہرہ تھا اور ہمارے رفقاء متعدد نسخے پڑھ چکے تھے پندرہ سال کی عمر تک اسی عالم میں رہے۔ جب پندرہ کی سن میں قدم رکھا ہے تو کشتی و تیر اندازی کی جانب توجہ کی اور ایک ہی سال میں اس فن میں کمال حاصل کرلیا، پھر سولہ سال کی عمر میں حافظ محمد حسین صاحب کی خدمت میں جاکر علم عربی شروع کیا اور مصباح تک پڑھا لیکن دلچسپی پیدا نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ بہرہ مند نہ ہو سکے مجبوراً

آپنے ترک فرماکر کتب فارسیہ شروع فرمایا۔ جب آپ فارسی پڑھ رہے تھے، اُسی زمانے میں ایک خواب دیکھا جس کا تذکرہ خود ذوقی نے "انشاء لطف اللّٰہی" میں فرمایا ہے کہ فارسی کے دوران تعلیم میں ایک مرتبہ خواب میں کسی نے مجھ سے کہا کہ آپنے حضرت شیخ نظامی گنجوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیا۔ فقیر نے پوچھا کہ شیخ موصوف کہاں ہیں تو جواب ملا کہ اس جگہ خیمہ کے اندر تشریف فرما ہیں، دیکھا کہ خیمہ میں جلوہ فگن ہیں، اور چہرہ مثل آفتاب کے درخشندہ ہے۔ بڑھکر میں نے پاؤں کو بوسہ دیا اور آپکے سامنے بیٹھ گیا۔ شیخ نے میری جانب دیکھکر تبسم فرمایا! فقیر نے دل میں سوچا کہ شیخ موصوف ہمارے زمانے میں موجود ہیں اچھا ہوا کہ شرفنامہ کے مشکلات کو آپ سے پوچھکر حل کرلونگا۔ اسی حال میں بیدار ہوا تو صبح ہوچکی تھی، خواب کو میں نے اپنے شیخ حضرت قبلہ سے بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم شرفنامہ پڑھ ڈالو، چنانچہ فقیر نے اسی وقت شروع کیا اور شیخ کی اعانت سے روزانہ سو اشعار سے زیادہ ذہن میں محفوظ کرلیا کرتا تھا اور وہ تمام اسباق اب تک فقیر کو یاد ہیں" اور علاوہ ازیں آپنے والد بزرگوار حضرت قربلی ہی سے سکندر نامہ۔ خسرو شیریں۔ مخزن الاسرار۔ قران السعدین۔ تحفتہ العراقین اور قصائد خاقانی وغیرہ اسی سال پڑھکر اچھی خاصی استعداد پیدا کرلی۔ اس کے بعد پھر دوسری بار آپنے عربی تعلیم کیلئے مولٰنا محمد عظیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہکر پڑھنا شروع کیا اور چند دنوں میں بہترین استعداد کے مالک بن گئے، باقر آگاہ "تحفۂ احسن" میں فرماتے ہیں کہ سید عبد اللطیف نقادری سلمہ اللہ تعالٰی۔ نام ایشاں سید عبد اللطیف است وعرف غلام محی الدین استیفائی کتب متداولہ فارسیہ وبعض نسخ مختصرہ عربیہ از والد بزرگوار خود کردہ اند۔ ذہن وقاد وطبع نقاد دارند بعد ازاں تدریس علم صرف ونحو وبعض علم معقول از محمد عظیم الدین داماد جعفر صاحب طال لعلم کردہ اند وبہ سبب جودت

طبع ایشاں را بر مطالعہ کتب قوت و ملکہ تمام پیدا شد. حتّٰی کہ بر بعض علوم مثل قواعد عروض و قوافی و علم حساب و فنِ شعر از قوتِ مطالعہ مہارتِ تام پیدا کرد، خصوصًا شعر یگانۂ روزگار بودند اور صاحبِ تذکرہ "صبح وطن" فرماتے ہیں کہ کتب فارسی و نسخ مختصر عربی از والد خود خواندہ. بعد ازاں از عظیم الدین داماد محمد جعفر طالب علم تلمذ نمودہ. تمامی نسخ نحو و صرف و دیگر رسائل علم معقول و منقول سند ساخت اور صاحب مطلع النور فرماتے ہیں کہ آپ کا فہم و ذکاء اور جودتِ طبع اتنی بلند تھی کہ علم معقول و منقول. فروع و اصول میں عطائے رب سے قدرتِ تامہ حاصل تھی. تصوف کے تمام رموز و دقائق پر اچھی طرح حاوی تھے. کشف و شہود و عرفان اور فکر سخن میں آپ یکتائے روزگار تھے. (مطلع النور ص۱۱) نیز خود حضرت ذوقی اپنی علمی استعداد و خداداد صلاحیتوں کا "ذکر آثارِ لطف الٰہی" کے اندر بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ ایں قدر علم فقیر را اعانت نمودہ بجائے رسانیدہ کہ از گفتن و نوشتن بیرون است و ایں ہمہ تحصیل در عربی است و دو سالگی بود و ہمداں ایام فقیر چہار کتاب خمسہ تصنیف کردہ. فی الجملہ فقیر قوت استنباط من عند اللہ است نہ از مواد ظاہر سند الحمد للہ علیٰ ما انعم و علم البیان ما لم نعلم و الصلوٰۃ علیٰ نبیہ خیر الانام و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ. یعنے فقیر کو اس قدر علم نے کافی اعانت کی اور اس منزل پر پہنچایا کہ جو لکھنے اور کہنے سے باہر ہے اور یہ تمام حصول بائیس ۲۲ سال کی عمر میں ہوتی اور انہیں ایام میں فقیر نے چار کتابیں اور ایک خمسہ تصنیف کیا حاصل کلام یہ ہے کہ فقیر کو قوت استنباط من جانب اللہ تھی، نہ ظاہری وسائل سے تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں، اس کے انعام پر اور جس نے بیان سکھایا، جس کو ہم نہیں جانتے تھے اور درود و سلام نازل ہو اس کے نبی مخلوق بہترین پر اور ان کے آل و اصحاب پر، آپ کی تصنیفات دیکھنے کے بعد عقل اس بات کے

ماننے پر مجبور ہوتی ہے کہ حقیقتاً آپ کا علم وہبی تھا اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل و کرم تھا جسکی وجہ سے اتنی مختصر سی کتابیں پڑھنے کے بعد آپ نے ہر فن کے اندر اتنا درک و کمال حاصل فرمایا، جس فن پر آپ نے قلم اٹھایا، نہایت ہی محققانہ انداز میں اس کے مسائل مُسلمہ کے ساتھ بیان فرمایا. جس کو دیکھکر عقل متحیر ہے۔

کتب خانہ کا قیام

تحصیل علوم عربیہ نے آپکے ذوقِ مطالعہ میں چار چاند لگائے اور آپکے اندر کتب بینی کا جذبہ زحد موجزن ہوا، اسی جذبے نے آپ کو ایک کتب خانہ قائم کرنے کی جانب رغبت دلائی اور جس طرح ممکن ہوا، آپ تا زیست اس کی کام یابی پر کوشاں رہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپکے علمی ذوق بھی ترقی کرتا گیا اور آپکا اکثر وقت کتب بینی اور تصنیفات میں گذرتا رہا اور کثیر کتابیں ہر فن میں آپنے تصنیف فرمائیں جنکا ذکر آگے آرہا ہے کچھ کتابیں تو آپنے قیمتاً حاصل فرمایا اور جو قیمتاً بھی نہ مل سکیں تو فوراً اسے نقل فرمایا، چناں چہ یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپنے ایک ہی شب میں بعد فراغت اوراد و اشغال کے گلستان کی نقل فرمائی اور کچھ کتابیں عقیدت مند دل دادہ احبابوں نے نذر گذران فرمایا. چناں چہ آپنے انشاء اللہ لطف الٰہی کے اندر اس کے متعلق تفصیل سے مع فہرستِ کتب کے ذکر فرمایا ہے، انہیں کا شوق کا نتیجہ ہے کہ یہ کتاب خانہ بھی جنوب کے اندر ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے، جس میں ہر فن کی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

ارادت و سلوک

بعد تکمیل علوم ظاہری کے آپنے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ سید شاہ ابو الحسن قربی القادری قدس سرہٗ ہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور انہیں کے زیر سایہ رہ کر جملہ منازل سلوک طے فرمایا اور مختلف سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل فرمایا. جیساکہ خود آپنے اپنے حالات کے تحت اپنے

والد کے اس قول کو انشاء لطف اللہی کے اندر نقل فرمایا ہے۔ اور یہ عبارت آپ کے خلافت نامے میں بھی مذکور ہے کہ برخوردار سعید دارین الخ) برخوردار سعید دارین رشید کونین غلام محی الدین سید عبداللطیف عرف بادا مد عمرہ، ہمہ خلافت ہائے فخران سلاسل۔ چہار خلافت یکے رفاعیہ، دوم نقشبندیہ، سوم چشتیہ، چہارم قادریہ از جانب خلائق پناہ ارشاد دستگاہی محمد مخدوم القادری قدس سرہ کہ بہ فقیر از وسطہ استادی، مخدومی فخر الدین مہری رسیدہ نیز دادہ شد، سلسلۂ رفاعیہ کے اندر آپ نے اس سے پہلے بارہ سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار کے حکم سے حضرت شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر طالب ہوئے اور سلسلۂ مذکور کی اجازت حاصل فرمائی۔

آپ کو اپنے والد حضرت قربی سے بہ حیثیت شیخ ہونے کے بہت ہی زیادہ النسبت قلبی لگاؤ تھا۔ کبھی شیخ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا، خیال یہی وجہ تھی کہ حضرت قربی آپ پر بہت ہی شفیق و کریم رہے۔ ہمہ وقت ہر مقام پر آپکی دستگیری فرماتے رہے دنیاوی زندگی کے بعد بھی حضرت قربی کی تائید آپ کے شامل حال ویسے ہی رہی، جیسے جلوت دینوی میں تھی۔ اس چیز کو خود ذوقی نے انشاء لطف اللہی، اعتقادیہ ذوقی اور لطائف لطیفی۔ انشاء قادری وغیرہ میں مختلف الفاظ میں، مختلف موقعوں پر ذکر فرمایا ہے، خیال چہ لطائف لطیفی میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ العزیز لطف و کرم حضرت شیخ بر حال فقیر از حد زیادہ بود ہم در حالت حیات وہم بعد ممات وہر گاہ کہ در خاطر فاتر درویش دل ریش غمی و المے راہ یابد۔ بقائی مستمد افزائی خود را جلوہ گر گردانید۔ رفع ملال و دفع پریشانی حال می فرمایند چناں کہ در ایام روزی فقیر دقتے دامن کیسہ دل غم منزل گردید۔ در اثنائے نوم و یقظہ ظاہر آمدہ، فرمودند انا انت من نفس واحد۔ وقتے طوفانے واقع شد کہ عالمے در ورطۂ اضطراب افتادہ دراں وقت فقیر

برلبستر خود مضطرب بودوہ دوکس پیش روی، نیفر نشسته فقیر را از ملاحظۂ طوفان ہراسیۂ
تمام رویداو۔ فی الحال شیخ را روبروئے خود دید کہ ایستادہ اند ومی فرمایند کہ باوا شما را ہیچ ترس
نیست۔ دل خود جمع دارید۔ ما ہمہ وقت ھمراہ شما ایم۔ ما چہ اینک حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمراہ شدہ اند اما شما از فعل گناہ اجتناب ورزید بعدہٗ زاں از
نظر فقیر مستور شدند و طوفان نیز فی الحال دفع شد (واللہ علی ذالک لشہید !)
یعنی اے عزیز! حضرت شیخ کی نظر کرم و مہربانیاں فقیر کے حال پر دنیاوی زندگی اور
اس کے بعد بھی بہت زیادہ تھی اور ہے، جہاں کہیں جس وقت زخمی قلب میں کوئی غم والم
آیا۔ آپ نے اسی دم اپنے مسرت افزا دیدار سے جلوہ گر ہو کر اور غم وپریشانی کی حالتوں کو
دفع فرماتے تھے، جیسا کہ انہیں دنوں میں ایک پریشانی دل میں دامنگیر ہوئی۔ حالت بیداری
ونیند کے درمیان آپ ظاہر ہوئے اور فرمایا میں اور تم ایک ہی نفس ہیں، اسی طرح ایک
دفعہ، ایک طوفان پیدا ہوا جس سے ایک عالم پریشانی کے بھنور میں پڑ گئے، اس وقت
میں فقیر اپنے بستر پر چت لیٹا ہوا تھا اور دو آدمی فقیر کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے فقیر
کو اس طوفان کے ملاحظہ کرنے سے ایک دہشت پیدا ہوئی اسی وقت حضرت شیخ کو
اپنے سامنے دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ باوا تمہیں کوئی خوف نہیں
اپنے دل کو جمع رکھو۔ ہم ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں اور ہم کیا کہ حضرت رسالت پناہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ہیں۔ تم افعال گناہ سے ہمیشہ بچتے رہو۔ اس کے بعد فقیر کی
نظروں سے پوشیدہ ہوگئے اور طوفان اسی وقت ختم ہوگیا، اور اس پر اللہ گواہ ہے
اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جس میں آپ نے اپنے شیخ کے توجہات کثیرہ و
تشفق وافرہ کا ذکر فرمایا ہے۔

سلسلۂ تدریس و خدمت دین چونکہ شروع ہی سے آپ کو خدمت دین کا

بہت زیادہ جذبہ تھا، لہٰذا بعد تکمیل علوم ظاہری و باطنی کے اپنے والد بزرگوار ہی کے اسلوب پر سلسلۂ تدریس جاری فرمایا اور نہایت ہی نرالے انداز میں درس دیتے۔ مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہو جانے کے بعد جب درس دینا شروع فرماتے اور مسائل کی تحقیق اور اس پر دلائل قائم فرماتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی رازیؔ و غزالیؔ وقت درس دے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چند حضرات جنہوں نے حضرت قربیؔ کے پاس رہ کر استفادہ کیا تھا۔ آپ کی بارگاہ میں بہ غرضِ استفادہ دو زانو ہوئے اور کافی دنوں تک پڑھتے رہے، ان مستفدین کی فہرست درج ذیل ہے۔ خود حضرت ذوقیؔ نے بھی ان کا ذکر "انشار لطف اللّٰہی" میں فرمایا ہے۔ وہ مذکورہ حضرات یہ ہیں۔ محمد نقی دلوی۔ غضنفر علی جھروی، زین العابدین۔ حریری۔ علی اصغر، وادنی، میر باقر در، محمد حیدر خطیب و محمد ضیاء الدین۔ محمد مظہر علی حسن علی۔ محمد سعید جودری۔ محمد مخدوم مھکری، غلام علی و بڑے صاحب چیدہ۔ محمد غوث و عبدالقادر و حسن علی چیدہ۔ و غلام احمد میلا پوری و عظیم الدین توندوری و نور الدین ابن محمد اولیس و میر حسن و محمد سلیم۔ علاوہ ازیں دیگر ہزاروں شائقین علوم و فنون نے آپ کی بارگاہ میں رہ کر تحصیل علم فرمایا اور منزلِ مقصود کو پہنچے۔ تدریس کے علاوہ اور دوسرے ذرائع سے آپ خدمتِ اسلام فرماتے رہے اور خلقِ خدا تک پیغامِ خدا و رسولؐ کے پہنچانے میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔

تصنیفات درس و تدریس اور دیگر اہم امور سے فارغ ہونے کے بعد بقیہ اوقات تصنیفات میں صرف فرماتے، چناں چہ آپ نے قلیل عمر میں بہت زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی تصانیف کم و بیش تقریباً ڈیڑھ سو ہیں۔ ہر فن کے اندر آپ نے کتابیں لکھیں، کتابوں کے دیکھنے سے آپ کی تبحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم نقلیہ و عقلیہ کے اندر کتنی وسعت عطا فرمائی تھی اور یہی حال علم فان

وتصوّف میں تھا کہ آپ نے تصوّف کے مشکل سے مشکل تر مسائل کو نہایت ہی عارفانہ انداز
میں اس طرح حل فرمایا کہ بڑے بڑے شہسواران میدانِ معرفت بغیر داد دئے نہ رہ سکے۔
ان کو آپ کی خداداد صلاحیت و استعداد کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کا
علم خداداد تھا، جیسا کہ اوپر اس کا ذکر آچکا ہے۔ بہت ہی تتبع و تلاش کے بعد جن کتابوں کا
نام مجھے مل سکا ہے، درج ذیل کرتا ہوں۔ آپ کی اکثر تصنیفات کتب خانہ دارالعلوم
لطیفیہ میں ہنوز موجود ہیں۔ ۱) تفسیر لطیفی ۲)۔ لطائفِ لطیفی (تصوف) ۳۔ ہدیتہ الاحباء
(در تتبع مخزن اسرار) ۴۔ انشاء عقائد ذوقی ۵)۔ انشاء لطف الٰہی ۶)۔ انشاء قادری
۷) انشاء باقری ۸)۔ اصطلاحات الشعراء ۹)۔ المختصر التحریر فی فن عروض) ۱۰۔ روضتہ
المخلد انشاء ۱۱) طالع ۱۲)۔ شرح عبد اللہ یزدی (فن عروض) ۱۳۔ تادیب الخلان ۱۴)۔
زین اللغات (انتخاب فرہنگ جہانگیری) ۱۵۔ چہل حدیث (در مناقب خلفاء اربعہ)
۱۶)۔ دلائل امامت علی ۱۷)۔ خطباتِ ذوقی (عربی) ۱۸۔ المختصر الناظر ۱۹) عجالہ نافعہ
(عملیات) ۲۰۔ نوقص لرد رافض (رد شیعہ عربی) ۲۱۔ تصفیۃ الاذہان در رد روافض ۲۲
رکن رکین (ترجمہ حصن حصین) ۲۳۔ تذکرۂ اولیاء سلاسل ۲۴۔ تحریر عقائد۔ ۲۵)
رسالہ حصول علم عروض ۲۶۔ فن عروض ۲۷)۔ درثمین ۲۸)۔ قصائد ذوقی ۲۹)۔ مجموعۂ قصائد
۳۰) دیوانِ قدیم ۳۱)۔ مجموعۂ رباعیات ۳۲۔ نجیب نامہ ۳۳۔ جواہر منظوم ۳۴۔ نعت
المشہور ۳۵)۔ نظم تذکرۃ الاولیاء ۳۶)۔ نظم معارج النبوۃ ۳۷)۔ معجزۂ مصطفےٰ ۳۸) چہار
مثل (قصۂ کیوان شاہ) ۳۹ چمن محبت ۴۰) عشق نامہ (قصہ چہار چندن مہیار)
۴۱)۔ جواہرستان در وصف تیغ نگارستان ۴۲۔ غوث نامہ ۴۳)۔ غرائب اللغات (الفاظ
لغت اور تفسیر لغت دونوں غیر منقوط) ۴۴۔ سلالۃ العقائد۔ رد روافض ۴۵) جامع
عجائب (الفاظ لغت اور تفسیر لغت دونوں اگر باہم مل جائے تو کوئی حرف جدا معلوم نہیں

ہوتا)۴۶ تیصحیح الصلوات فقہ۔ ۴۷، باب النجات فقہ ۴۸)۔ اکبر منطق ۴۹) اصغر منطق ۵۰)، اوسط منطق ۵۱)۔ رسالہ مفتاح الاسرار (تصوف) ۵۲)۔ رسالۂ استغنار (تصوف)۵۳۔ الشارِ لولوی لالہ[علہ] علاوہ اس کے مکتوبات و رفتاوی کے مجموعے محفوظ ہیں، جس سے آپ کے خدمتِ دین سے متعلق کارنامے کا پتہ چلتا ہے۔ تصنیفات کے تحت سب سے اہم کمال اللہ نے آپ کو دیا تھا کہ آپنے کبھی اپنی تصنیف کیلئے مسودہ تیار نہیں فرمایا، بلکہ وہی مسودہ اور مبیضہ ہو کرتا تھا۔"

خصوصیاتِ ذوقی

آپ میانہ قد تھے، رنگ گندمی تھا، سینہ چوڑا اور پیشانی وسیع تھی، حسنِ خلقی میں بالکل اپنے والدِ بزرگوار کے پر تو تھے ہزار غم و آلام میں رہنے کے باوجود کبھی آپ کی پیشانی پر شکن نہیں آیا اور نہ اس قسم کے الفاظ زبان سے نکلے جس سے کسی شکوہ کا تصور کیا جا سکے ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ہمیشہ لوگوں سے اس طرح کلام فرماتے کہ لوگوں کو آپکے نزدیک سے جانے کا جی نہیں چاہتا، حسنِ خلقی کے ساتھ ساتھ توکل و استغنا بھی آپکے اندر بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے کبھی آپ اُمرا و اغنیاء کے دروازے پر نہیں تشریف لے گئے، اور نہ کبھی ان کی پرواہ کی، ان سے اتنا ہی تعلق کہ جب آپکے پاس نیازمندانہ حاضر ہوتے، تو آپ ہمیشہ انہیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی اہمیت بتاتے اور ان پر تعامل کی تلقین فرماتے آپ کی بے نیازی اور توکل کا اندازہ اس واقعے سے لگائیے کہ ایک مرتبہ نواب والاجاہ آپ کے پاس از خود جاگیر کا پروانہ لیکر حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ رات کا

علہ ۵۴۔ احسن الاسلوب ۵۵ ناظر المناظر یہ بلاغت و معانی میں مختصر المعانی کے نہج پر لکھی ہے۔

وقت تھا، سامنے چراغ جل رہا تھا۔ آپ نے اس میں لگا کر پروانہ جلا دیا۔ نواب موصوف دیکھ کر متحیر ہوئے اور اسی حال میں عرض کرتے ہیں یا حضرت! میں نے آپ کی اولاد کیلئے یہ جاگیر کا پروانہ بطور نذرانہ پیش کیا اور آپ نے نذرِ آتش فرما دیا، تو حضرت نے جواب دیا کہ پروانے کو تو میں نے شمع کے حوالے کیا۔ اب رہا میری اولاد کا معاملہ تو اس کیلئے میرا اللہ بس ہے، وہی مُسبّبُ الاسباب و کارساز ہے۔ مجھے یا میری اولاد کیلئے کسی جاگیر کی ضرورت نہیں۔ نواب صاحب سُنکر دنگ و خاموش رہ گئے۔ واقعہ مذکور کو صاحب "مطلع النّور" نے بھی ذکر کیا ہے۔ مزید تحقیق کیلئے رجوع کر سکتے ہیں۔ اس بے نیازی کے ساتھ شاہانہ طرح آپ کا ہاتھ بھی کھلا ہوا تھا، ہمیشہ آپ کا دسترخوان وسیع رہا (اور اب بھی وہی حال ہے) کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔ ہمیشہ آپ نے ہر آنے والے حاجت مندوں کی حاجت روائی فرمانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی میں دو لاکھ سے زاید روپئے غریبوں، سائلوں میں تقسیم فرمائے اور ہر روز لنگر خانے میں ایکسو بیس (۱۲۰) سیر چاول تقسیم فرمائے، چنانچہ "ضمیمۂ جواہر السلوک" میں ہے کہ: - "از اُمراء و اغنیاء نہایت بے پروا بود و در جود و کرم بے ہمتا سائل را محروم نمی نمود و زیادہ از دو لک روپیہ بہ سائلاں عنایت فرمود و ہر روز در لنگر خود یک صد و بیست سیر برنج بہ مستحقاں تقسیم می نمود" تا زیست ہمہ وقت آپ کے پیش نظر حقوق اللہ و حقوق العباد رہے۔ کبھی کسی حال میں آپ نے خلاف سُنّت قدم نہ اٹھایا۔ اس سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت تامہ کا نتیجہ تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مقام قطبیت پر فائز فرما دیا تھا۔ خود ذوقیؔ نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے والد و شیخ حضرت سید شاہ ابو الحسن قربی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو قطبیت کی بشارت دی۔ چنانچہ: - حضرت ذوقیؔ نے اپنا ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہٗ یہاں تشریف لائے ہیں اور مسجد کی جانب جا رہے ہیں

میں بھی ان کے پیچھے جا رہا ہوں، اسی دوران میں نے حضور غوث پاک سے عرض کیا کہ:۔ یا شیخ ! ۔ مجھے قطبیت عنایت فرمایا جائے تو سن کر آپ مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو شیخی وابی رضی اللہ عنہ سے اس خواب کا ذکر کیا تو حضرت شیخی وابی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قطبیت کے مقام سے نوازا ہے لیکن تمہیں اس کی خبر نہیں ہے تمہیں اس سے بڑھکر کوئی اور سوال کرنا چاہیئے تھا، یقیناً ملتا، نیز آپ کے کشف و کرامات میں آگے واقعہ آرہا ہے جس سے پورا پورا ثبوت ملجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطبیت سے نوازا تھا

شاعری سے لگاؤ

آپ کو بچپنے سے شعر و شاعری سے بہت زیادہ لگاؤ رہا، اور بہت ہی کم عمری سے آپ نے شعر کہنا شروع کیا، چنانچہ اس کا تذکرہ خود ذوقی انشاء لطف اللّٰہی میں فرماتے ہیں کہ نو ۹ سال کی عمر میں جب مجھے کچھ واقفیت ہوئی تو میں شعر کہنا شروع کیا۔ سب سے پہلے جو مصرع آپ کی زبان اقدس سے نکلا وہ یہ تھا۔ ع "در کعبۂ دل صاحب مقبول درآمد" جس کی تکمیل آپ کے والد بزرگوار حضرت قربی نے اس مصرعہ سے فرمادی ۔ " صد شکر کہ آں دولت ماموں درآمد " اسی وقت پھر آپ نے یہ بیت بھی کہا۔ بیت :" گفت تونگر با مردی یک شتر دہ با درویش ۔ گفتا با بدو پر لیسے گفتا کن آں جامہ بیش۔ پھر جب اس میں دلچسپی بڑھی تو اتنا ترقی کیا کہ دیگر شعراء کے ذہن و خیال میں بھی نہیں آسکتا، ان کے ہمعصر شعراء آپ کے کلام کو دیکھکر حیران و ششدر رہتے۔ اگر آپ کو اس وقت کا انوری نظامی، گنجوی و جامی کہدیا جائے تو غلطی بیجا نہ ہوگا۔ قصائد ذوقی آپ نے قصائد عرفی ہی کے مقابلے میں تحریر فرمایا۔ حضرت باقر آگاہ اور صاحب تذکرہ صبح وطن فرماتے ہیں کہ آپ کو قادر الکلامی اس درجہ حاصل تھی کہ ایک مرتبہ شعر لکھنے بیٹھتے تو سات سو اشعار لکھنے کے بعد، تب قلم رکا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک ہزار اشعار تحریر فرمایا اور اکثر ایسا ہوا کرتا۔" آپ کے اس تبحر اور قادر الکلامی کے بارے میں آپ کے والد حضرت قربی فرماتے ہیں کہ ذوقی را درگفتن

مثنوی و قصیدہ و رباعی و قطعہ مہارت تمام است " (انشاء لطف الٰہی) آپ کے کلام کو کیا مقبولیت اور کیا مقام حاصل تھا۔ اس واقعے سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عبدالرحیم نامی ایک صاحب اصفہان سے ہندستان بہ غرض سیاحت آئے تھے۔ موصوف کو بھی شعر و سخن میں بہت کافی درک حاصل تھا۔ جب وہ مدراس تشریف لائے تو انہوں نے ادب جنوب کا گہری نظر سے مطالعہ فرمایا اور مختلف شعراء کے کلام کو سنا، لیکن کسی کا کلام پسند نہ ہو سکا۔ جب وہ ویلور تشریف لائے تو حضرت ذوقی سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں موصوف کو حضرت ذوقی کے کلام کو سننے کا موقع ملا۔ آپ کے کلام کو سنکر حد درجہ محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ اکثر شعراء کا کلام سنا، لیکن بجز آپ کے کلام کے سب کے کلام میں غیر مطبوع خیالات کی بھرمار پایا۔

آپ کے نوک قلم سے تقریباً تین لاکھ سے زاید اشعار معرض تحریر میں آئے جو ہنوز محفوظ ہیں۔ بہ طور نمونہ آپ کے کلام کا کچھ حصہ مطالعہ ناظرین کیلئے پیش کر رہا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت ذوقی اور حضرت باقر آگاہ بیٹھے ہوئے تھے اور شعر و شاعری کی محفل گرم تھی۔ حضرت باقر آگاہ نے حضرت ذوقی سے فرمایا کہ غلام محی الدین تبریزی کی شان میں ایک رباعی کہئے۔ آپ نے فی البدیہہ یہ رباعی کہی ؎

تا خصم ترا در صف کین دید خزان   شد زرد چو فصل خزان برگ ازان
تب کرد ز ہیبت تو رستم کہ جنگ   افسانہ شدی مگر بہ تب ریزی ازان

پھر باقر آگاہ نے کہا کہ کوئی ایسا قطعہ فرمائیے جس میں بدلیعہ اقتباس پایا جائے۔ آپ نے فوراً یہ قطعہ کہا۔ ؎

نہ کیدے نہادہ است تیر کیان تو   بدلہا نگردد چو خصمان تو
بہ بیدالکی وحیتی شان مبین   کہ املی لہم ان کیدی متین

پھر باقر آگاہ نے کہا کہ کوئی ایسا قطعہ کہئے، جس میں "بدلیعہ تجنیس تام" پایا جا سکے تو آپ

فوراً یہ قطعہ کہا ؎

چوں در جنگ آں ہنگ میداں کُنی
سِناں بر کشائی و جولاں کُنی!

بہ ہر تن کہ آب سِناں می رَوَد
رَواں می رود تا رواں می رود

پھر مولانا نے عرض کیا کوئی ایسی رباعی ارشاد فرمائیں جس میں پند و نصیحت کے ساتھ ساتھ بدلیعیہ ایہام بھی ہو۔ آپ نے فی البدیہہ یہ رباعی ارشاد فرمایا" ؎

اے گشتہ بہ پائے ہوس زر و مال
از بس غم مال نیست فکرِ مآل

نامی شدہ در طلب مال و منال
تا چند بمالی از پئے مال و منال

غرضیکہ دونوں میں کافی دیر تک اس کا سلسلہ چلتا رہا اور سینکڑوں رباعیات و قطعات وجود میں آئے، جس کے لئے گنجائش نہیں"

کشف و کرامات مجاہدات و ریاضت شاقہ کی کثرت سے آپ کا کشف اتنا بلند ہو چکا تھا کہ حجابات ناسوتی کی آس کے کوئی حقیقت نہیں رہ گئی تھی، آپ کو جب کبھی کسی حال میں کوئی دشواری پیش آئی یا کوئی اور لاینحل مسئلہ پیش آتا تو فوراً بذریعہ مراقبہ اپنے بزرگوں کی جانب رجوع فرما کر حل فرما لیتے، مطالعہ کتب کسی کے سوال میں جب کوئی توقف ہوا، فوراً آپ نے صاحب کتاب سے اس کا حل فرمالیا، چناں چہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اپنے ایک مکتوب میں آپ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جدی محی الملت والدین حضرت سید عبداللطیف قادری ویلوری چوں از ابیات مثنوی وغیرہ مسئول شدی سر بہ جیب رفتی و فرمودی کہ مصنف یعنی آں چنیں فرمود۔ آپ کی ذات اقدس سے بہت زیادہ کرامتوں کا صدور ہوا، یہاں چند کرامتوں کا ذکر مطالعۂ ناظرین کی غرض سے پیش کر رہا ہوں ———— صاحب "مطلع النور" اپنی کتاب "مطلع النور" میں فرماتے ہیں کہ ایکمرتبہ حضرت ذوقی وصال سے چند روز پہلے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اے لوگو!

ایک بات کہہ رہا ہوں اس کو یاد رکھنا کہ آج کے تیرھویں دن یہاں کا قطب دنیا سے اُٹھ جائے گا اور اس کے تین دن کے بعد قلعہ ویلور پر گولی چلیگی۔ چنانچہ رجب کے مہینے میں تیرھویں تاریخ کو جب آپ کا وصال ہوا اور اس کے تین دن بعد قلعہ پر گولی چلی تو لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپ ہی کی مقدس شخصیت تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کا قطب بنایا تھا، جن کے وصال کے بعد حاکم قلعہ پر زوال آیا"۔

اسی طرح ایک اور واقعہ صاحب مطلع الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ نواب والاجاہ نے آپ کے پاس عریضہ روانہ کیا اور اس میں یہ درخواست کی کہ یا شیخ! اگر آپ کی اجازت ہو تو قلعۂ تنجاور پر فوج کشی کروں، حضرتؒ نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔ حاضرین اس پر متعجب ہوئے اور عرض کیا کہ یا حضرت! تنجاور کا راجہ نہایت ہی بہادر لڑنے والی فوج اس کے پاس ہے۔ اتنے بڑے زبردست راجہ سے مقابلہ ممکن نہیں، حضرت ذوقی نے جواب دیا کہ تنجاور میں ایک بہت بڑے ولی قطب وقت کا مزار ہے، موصوف رات کو تشریف لائے، فرمایا کہ بہ حکم رب العالمین ولایت تنجاور اس کے قلعے کی کنجی آپ کے سپرد کر رہا ہوں اور کنجی دے کر وہ پھر بہ خوشی واپس تشریف لے گئے، میرے لئے مجھے یہ اختیار دیا ہے جس کو چاہوں وہ قلعہ عطا کر دوں لہٰذا میں نے نواب موصوف کو وہ قلعہ عطا کیا اور اس پر چڑھائی کی اجازت بخشی۔ حسب اجازت نواب والاجاہ نے چڑھائی کی اور قلعہ فتح کر لیا۔ ناظرین قطب وقت کو منجانب اللہ یہ تصرف عطا کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حدود ولایت میں نظام ظاہری جسے چاہیں سپرد کریں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو آپ کے پاس لائی جس پر ایک جن تھا اور اس کو بہت ستایا کرتا تھا۔ وہ لڑکی جب آپ کے سامنے آئی تو بہت خوف زدہ ہو کر بولنے لگا، یا حضرت! ہماری خطائیں معاف فرمائی جائیں۔ آپ نے دریافت کیا تو کون ہے؟ اور

کہاں سے کیوں اسپر آیا۔ اس نے جواب دیا کہ یا شیخ! میرا نام محمد یوسف ہے، میں اس کے گھر کے مقابل والے درخت پہ تھا۔ اس وقت یہ لڑکی استنجا کیلئے آئی۔ یہ مجھکو بھاگئی اور میں اس پر آگیا۔ اب میں خطاؤں کی معافی چاہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سے ہرگز ایسی حرکت نہ کروں گا۔ اس کے اس وعدہ پر آپنے درگذر فرمادیا اور وہ جن فوراً لڑکی کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا"

نکاح و اولاد

آپکی شادی سکینہ بی بی بنت عبدالعلی بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، جن کے بطنِ مبارک سے صرف حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ جن کا تفصیلی ذکر ابھی آگے آرہا ہے، ان کے بعد اور کوئی اولاد آپ کو نہ ہوئی۔

وفات

آسمانِ علم و عرفان کا وہ آفتاب جو درمیان بارھویں صدی کے سرزمین ویلور سے چمکا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیائے دکن پہ چھا گیا، جن کے علم و عرفان کی تابناک کرنیں علاقہ دکن کے گوشے گوشے میں پہنچیں۔ کوئی ذرہ ایسا نہ تھا جو منسوب ہونے کے بعد نہ چمک اٹھا ہو، جن کے زورِ قلم کی تحریر حق بین کیلئے چراغ راہ اور باطل کوشوں کے لئے برق خاطف ثابت ہوئی، جس کے ایک ایک کلمات نے اہل حق کی ہر قدم پہ رہنمائی کی اور باطل پرستوں کی دھجیاں بکھیر دی، وہ آفتاب جو خلقِ خدا کے لئے ہر موڑ پہ رہنمائے کامل و مکمل ثابت ہوا، بارھویں صدی کے آخر میں ۱۳ رجب المرجب سنہ ۱۱۹۳ھ کو مشیت ایزدی کو لبیک کہتے ہوئے اپنے رب سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکے انتقال کی خبر سنکر باقر آگاہ بہت ہی زیادہ متاثر ہوئے اور اسی نہائی صدمے کے عالم میں ایک پرسوز مرثیہ لکھا جو باقر کے غم اور حضرت ذوقی کی اجمالی تصویر ہے۔ ۵

ذوقی کہ از تراوشِ فیضِ زبانِ او — گلزارِ نظم و نثر بہ نشو و نما رسید
خسرو شے کہ شورشِ شکرینِ او — چوں شہرتش و بہر ملک ہا بجا رسید
افراخت چوں قصائد خود را بہ اوجِ عرش — خاقانی و ظہیر بہ تحت الثریٰ رسید
چوں نغمہ سنج شد بغزل طوطیانِ ہند — گفتند ایں نوائے غریب از کجا رسید
در مثنوی محیطِ کلامش بحث چوں گہر — گفتند اہلِ گنجہ کہ رشحے بما رسید
در قطعہ و رباعی و ترجیع بند و فرد — فکرش بہ منتہائے خیالِ رسا رسید
چوں در بدیہ تراوِ دلِ شگفتہ بہار — گفتہ بہ غنچہ ہائے چمن اکنوں صبا رسید
در منطق و بیان و معانی ز نطقِ او! — آساں شدہ بجائے حروفِ ہجا رسید
ہر کس کہ بنگرد بہ تصوف تصرفش — گوید بہ پیرِ جام کہ صہبائے اولیا رسید
درماندہ ام بہ دردِ دلِ خود زمیں مپرس — اے داغِ ہجر کش کہ بجانم جفا رسید

تاریخِ رحلتش چو طلب کردم از سروش
گو ہمدمِ حکیم نظامی ندا رسید!
۱۳۱۱ھ

آپ کو بھی اپنے والد ہی کے بغل میں اسی گنبد کے اندر سپردِ خاک کیا گیا، مولوی امین بیجاپوری آپ کی تاریخ رحلت کہی ہے، وہی تاریخ باہر سے دیوار گنبد پر کندہ ہے۔ ؎

سالارِ محی الدین ذوقی! — کہ فیضش و مستیِ ابدال و اوتاد
چوں واصل شد بحق سالِ وصالش — امین گفتا غائب قطب امجاد

ارشاداتِ عالیہ

فرمایا کہ بعض صوفیہ نے فرمایا ہے کہ الولایۃ افضل من النبوۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ ولایتِ نبی، نبی کی نبوت سے افضل ہے، یہ نہیں کہ ولی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے اس لئے کہ ولی کی ولایت سے نبی کی نبوت کو بالاتفاق فضیلت حاصل ہے وہ اس طرح کہ نبی کی دو جہت حاصل ہے۔ ایک جہت استفاضہ

اور ایک جہت رفاضہ، اول کے اعتبار سے نبی اللہ تعالیٰ سے براہ راست فیض حاصل کرتا ہے اور دوسرے کے اعتبار سے تبلیغ احکام شرعیہ وغیرہ امت میں فرماتے ہیں، پس جہت استفاضہ کو ولایت اور جہت افاضہ کو نبوت کہتے ہیں۔ واس میں شک نہیں کہ جہت استفاضہ جہت افاضہ سے افضل ہے، کیونکہ وہ رُخ جو حق کی جانب ہے اُس رُخ سے افضل و برتر ہے جو مخلوق کی جانب ہے۔"

فرمایا[۲] طالب حق کیلئے ضروری ہے کہ پہلے عقائد کی تصحیح کرے اور شریعت مطہرہ پر بالالتزام عامل رہے، اس لئے کہ بغیر تصحیح عقائد شرعیہ کے کشف الٰہی دشوار تر ہے۔

فرمایا[۳] کہ کشف کی دو قسمیں ہیں کشف کونی اور کشف الٰہی، کشف کونی معنیات کا معائنہ کرنا ہے مثلاً عالم ارواح و ملائکہ واجنہ وغیرہ اور وہ ریاضات شاقہ سے حاصل ہوتا ہے اور کشف الٰہی نسبت عینیت و غیریت رب و عبد کے درمیان تحقیق کرنے کو کہتے ہیں۔

الغرض جب آپ خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مسئلہ خلافت خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں دو چیزیں ہیں ایک یہ ہے، کہ خلیفہ اول صدیق اکبر ہیں پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کی خلافت بالترتیب اجماع صحابہ سے ثابت ہے کہ اس سے ان کا رد کفر کی جانب لے جانے والا ہے اور دوسرے یہ کہ ان کی ترتیب بھی خلافت کے اعتبار سے ہے یعنی خلیفہ اول حضرت صدیقؓ ہیں لہٰذا وہ سب میں افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت عمرؓ ہیں لہٰذا حضرت صدیقؓ کے بعد باقی پر حضرت فاروقؓ کو افضلیت حاصل ہے اور باقی اسی قیاس پر ہے (یعنی حضرت عثمانؓ پھر مولائے کائنات ہیں) پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ شیخین کی افضلیت پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے اور باقی دو میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ عثمانؓ کو افضلیت حاصل ہے اور بعض کہتے ہیں حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر افضلیت ہے لیکن قول جمہور بہتر ہے

۵ فرمایا کہ طالب حق کی دو طریقے سے رہ نمائی کی جائے۔ عشق اور عقل۔ طریق عشق تعلیم ذکر و شغل مقید ہے اور اس کا نتیجہ توحید شہودی ہے اور طریق عقل ذکر او شغل مطلق ہے اور اس کا نتیجہ توحید علمی ہے

۶ ایک مرتبہ آپ نے شیخ کے آداب پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت سے لوگ اس زمانے میں دیکھے جاتے ہیں وہ خود اپنے مرشد پر طعن کرتے ہیں اور اپنی دانائی کو اُن کی انائی سے بلند و بالا تصور کرتے ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس سے اعراض کرتے ہیں اور اپنی من مانی کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں حالاں کہ یہ اسرار ضلالت و گمراہی کی نشانی ہے (اللہ اپنے کرم سے ہم لوگوں کو اس سے پناہ دے۔ آمین!)

آپ کے ارشادات میں سے چند نصائح بہ غرض استفادہ درج کئے گئے ہیں، ورنہ نصائح و حکم کا ایک ذخیرہ کتابوں میں موجود ہے جس کے لئے مستقل ایک کتاب کی ضرورت ہے جس میں ان تمام کو جمع کیا جا سکے۔ یہ مقام اس کا متحمل نہیں اللھم و تمم لنا نورنا واغفرلنا۔"

قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی علیہ رحمۃ اللہ

ولادت باسعادت

حضرت مولانا سیّد شاہ ابوالحسن قادری محوی قدس سرہٗ المعروف بہ محوی قدس سرہ و ابوالحسن ثانی، آپ کی ولادت باسعادت ۲۷ شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۶ھ کو دوشنبہ کے دن عصر کے وقت ہوئی جیسا کہ ضمیمہ جواہر السلوک "میں ہے کہ ولادت وی در ایلور بہ مکان والد ماجد خود عصر دوشنبہ ۲۷ شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۶ھ است۔

تعلیم و تربیت

جس وقت آپ کے والد بزرگوار حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ وصال انتقال فرما گئے ہیں آپ کی عمر شریف آٹھ سال کی تھی اور صاحب مطلع انوار کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ذوقی کے وصال کے وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی لیکن حضرت ذوقی کے تاریخ وصال "غایت قطب الامجاد" اور مولانا سیّد محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب ویلور کے بھانجے ہیں، ان کی تحریر سے آٹھ سال ہی معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال ابتداءً آپ نے اپنے والد ہی سے استفادہ فرمایا۔ پھر ان کے وصال کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لیکر مدراس تشریف لے گئیں اور وہاں آپ بیس (۲۰) سال تک رہے اور وہیں مختلف اساتذۂ روزگار سے تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام، سیر، طب، فلسفہ وغیرہ حاصل فرمایا پھر اس کے بعد والدہ ماجدہ کے ساتھ ویلور کو واپس تشریف لائے۔

ارادت و سلوک

علوم شرائع کی تکمیل کے بعد جب مدراس سے واپس آئے تو پھر آپ علوم حقائق و سلوک کی جانب متوجہ ہوئے، گرچہ حضرت ذوقی اہل عالم کی نگاہوں سے روپوش ہو گئے تھے لیکن اپنے ہونہار فرزند ارجمند کی تربیت میں آپ کی

روح مصروف تھی. اس تصرف و توجہ کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر فن کے اندر کمال قدرت عطا فرما دیا تھا، چنانچہ صاحب مطلع النور نے اس کا تذکرہ شاہ عنایت اللہ فخری کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ شاہ صاحب نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت ذوقی تشریف لائے اور فرمایا کہ دیکھو میں بفضل ربی سے اپنے فرزند پہ توجہ کرتا ہوں. شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت آپ سے عرض کیا کہ یا حضرت! مجھ پر بھی کرم ہو. چنانچہ حضرت نے ہم دونوں پر توجہ کامل ڈالی. اس طرح حضرت محوی نے نہایت تیزی سے منازل سلوک طے فرمایا. سلوک طے فرمانے کے بعد پھر اپنے والد بزرگوار کے جانشین ہوئے. اس کے چند دنوں بعد پھر آپ پر اکثر اوقات جذب کی کیفیت طاری رہنے لگی. اسی دوران میں آپ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں اتنے میں سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کو اس میں غوطہ دیا. جب نیند سے بیدار ہوئے تو سارا کپڑا تر تھا اور ٹھنڈک کی وجہ سے جسم لرزاں تھا، چنانچہ حضرت قطب ویلور نے اپنے ایک مکتوب میں باطنی طور پر فیض حاصل کرنے پر بحث کرتے ہوئے سلسلۂ اویسیہ کے مختلف بزرگوں کا حوالہ دیا ہے، اس میں اپنے والد بزرگوار حضرت محوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابی و شیخی حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری نیز اویسی بودند از روح پر فتوح حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اخذ کردہ اند وپس از بیداری جامہ و بدنِ خود را اثر غسل خواب تر بتر یافتہ اند (مکتوبات لطیفی ص ۲۰۸) نیز مولانا عبد الحی صاحب بنگلوری خلیفہ اجل حضرت قطب ویلور قدس سرہ اپنی کتاب مطلع النور میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں کسی اہل علم و اہل دل کیلئے تعجب نہیں کیونکہ یہ عالم مثال کی ایک حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں بندے پر طاری ہوتی ہے اور رؤیائے صادقہ کی تصدیق تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے،

کہ لاکلام فیہ، رؤیائے صادقہ نبوت کا فیض ہے جو مومنوں کو ہوتا ہے۔ یہی حالت حضرت محوی قدس سرہ کی ہوئی کہ خواب غسل گویا بیداری کے عالم میں دیکھ رہے تھے۔ اس قسم کے بہت سے واقعات مقبولین بارگاہ الٰہ کے ساتھ ہوئے، حضرت ابوبکر ہزار ذوا الکرم جو حضرت غوث پاک سے سو سال پیشتر گذرے ہیں، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میں ان کے ہمراہ ہوں۔ اسی درمیان میں حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خرقہ عنایت فرمائیں تو حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اپنے ہم نام کو خرقہ پہنائیں، چنانچہ حضرت صدیق رض نے ان کو خرقہ پہنا کر کلاہ سر پر رکھا اور چہرے پہ ہاتھ پھیرا جب حضرت ابوبکر ہزار بیدار ہوئے تو اپنے جسم پر خرقہ اور ٹوپی کو ویسا ہی پایا جس کے صدقے میں ان کو خاص مقام قربیت عطا ہوا اور مشہور فی الخلق ہوئے بالکل یہی حالت حضرت محوی رح کی ہوئی کہ اس واقعے کے بعد بہت جلد منازل سلوک طے فرمایا اور آپ کو مقام جمع الجمع عطا ہوا، نیز اہل عالم کے نزدیک بھی ویسے ہی شہرت ہوئی جو حضرت ابوبکر ہزار رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی

کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو شروع ہی سے

خدمتِ دین

خدمتِ دین کا بہت جذبہ تھا اور اپنی تادم آخر انتھک کوشش فرماتے رہے، چنانچہ اسی کے تحت اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو جاری رکھتے ہوئے سلسلۂ درس و تدریس بھی جاری فرمایا اور اسی کے ذریعے بہت زیادہ خدمتِ دین کا کام انجام دیا، اور کثیر التعداد خلق خدا کو مستفید فرمایا، اسی دوران ۱۲۳۵ھ میں آپ نے زر کثیر صرف فرما کر دارالعلوم لطیفیہ کے بائیں جانب درگاہ قطب ویلور کے مقابل مغربی حصے میں ایک عالی شان مسجد تعمیر فرمائی۔

کیفیتِ جذب

تعمیر مسجد کے چند دنوں بعد آپ پر بالکل جذب کی کیفیت طاری رہنے لگی چنانچہ آپ کے حالات کے تحت مختلف

کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ پر ایکبار گیارہ مرتبہ جذب طاری ہوا۔ کبھی کبھی آپ کی محویت واستغراق کا یہ عالم ہوتا کہ دنیا ومافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتے اور قطعی ہوش نہ رہتا۔

ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز عشا کے وقت مسجد تشریف لے گئے۔ مصلّیوں کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ سے نماز پڑھائے، کہیں عشار کی اذان ہوئے بہت دیر ہو گئی آخر کسی نے ہمت کر کے آپ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی پھر یکے بعد دیگرے لوگوں نے کہنا شروع کیا، پہلے تو آپ انکار فرماتے رہے لیکن لوگوں کے اتنے اصرار پر آپ نے نماز شروع کی اور جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچے تو آپ پر محویت طاری ہو گئی اور آپ برابر اسی ایک آیت کی تکرار کرتے رہے اور مقتدی میں سے کچھ لوگ بولنے کی کوشش کرتے رہے لیکن ناکام رہے بالآخر سبھوں نے نیت توڑ دی اور الگ الگ نماز ادا کر کے چلے گئے اور آپ اسی طرح آیت مذکور کی تکرار کرتے رہے، حتّٰی کہ مؤذن نے جب اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کے الفاظ دہرائے پھر اس کے بعد آپ ہوش میں آئے۔

خصوصیات آپ بلند قامت، سبز رنگ، عریض الصدر، وسیع الجبہہ اور قوی الجثہ وکثیر الوقار والہیبتہ۔ آپ بہت ہی خلیق وکریم النفس تھے۔ آپکے ایثار وقربانی کا وہی عالم تھا جو حضرت ذوقی وقرلی رحمہا اللہ تعالیٰ کا تھا، ہمیشہ آپ کا دسترخوان وسیع واوسع رہا۔ کوئی آپ کی بارگاہ سے کبھی کسی حال میں محروم واپس نہ ہوا جو جس نیت کے ساتھ آیا، اس نے وہی پایا۔ کبھی آپنے کسی خلق خدا کو کسی قسم کی تکلیف دینا گوارہ نہیں فرمایا۔ اغنیاء سے ہمیشہ بے نیاز رہے۔ اُمراء ورؤساء وقت نے بہت زیادہ اپنے یہاں بلانے کی کوشش کی لیکن کبھی آپ کسی کے در پہ نہیں تشریف لے گئے۔ آپکے جود وسخا اور بے نیازی وغیرہ کے بارے میں "ضمیمۂ جواہر السلوک" میں مذکور ہے کہ :- برادر

اُمرا نمی رفت، مرجع عالم و حاتم وقت بود ہفتصد اسپ کہ قیمتش کم از پنجاہ روپیہ ونابود از ہزار نبود و روزیادہ از یک لک نقد بہ سائلاں داد و شہرۂ آفاق بود۔ آپ کے اس جود و نوال کو دیکھ کر شہر اور اطراف و اکناف شہر کے بڑے بڑے رؤساء وقت دنگ تھے کہ کہاں سے اتنا لوگوں کو عطا فرماتے ہیں اور فی سبیل اللہ اتنا صرف کرتے ہیں لیکن اس میں متحیر ہونے کی کوئی بات نہیں اس لئے کہ جب خدا ان کا ہو چکا تھا اور وہ خدا کے تو خدا کی خدائی کا خزانہ بھی انہیں کا تھا اللہ دیتا تھا اور وہ تقسیم فرماتے تھے۔"

دو سال تک آپ کا یہی معمول رہا کہ بعد نماز تہجد فجر تک تفاسیر خصوصاً تفسیر جلالین اور تفسیر رحمانی کا مطالعہ فرماتے رہے، اس کے چند سال بعد آپ ملامتیہ سلسلے میں داخل ہو گئے۔ الملامتیؒ ھو الذی لا یظھر خیرہ و لا یضمر شراً" پر پورے عامل اور اس کے مصداق بن گئے " اس سلسلہ کے فقراء و سالکین کا یہ دستور رہا ہے، کہ خلاص کی رعایت و محافظت اور انتہائی سعی و توجہ صدق کی جانب کر کے اور طاعات و خیرات کا اخفا خلق کی نظروں سے واجب تصور کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ، اگر مخلوق کی نظروں سے نہ چھپایا جائے تو ہو سکتا ہے کہ خلاص میں خلل اور ریاء کا دخل ہو جائے جس سے مقصد فوت ہو جائے گا، چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر حضرت محیؔ قدس سرہ العزیز معصیت کے ظہور سے پرہیز اور طاعت کے اخفاء کی کوشش فرماتے رہے تاکہ صدق و خلاص میں ریا و سمعہ کا دخل نہ ہو اور یہی وجہ ہے سلسلہ مذکور میں داخل ہونا پسند فرمایا، "ضمیمۂ جواہر السلوک" میں ہے کہ دو سال بالیل نہ تہجد تفاسیر را، خصوصاً تفسیر جلالین و تفسیر رحمانی را تا طلوع فجر در مطالعہ می داشت و در آخر عمر در جماعت ملامتیہ مجذوب منسلک شد و مصداق الملامتی ھو الذی لا یظھر خیرہٗ و لا یضمر شراً گردید، در رعایت معنی و خلاص و محافظت قاعدۂ صدق

غایت جہد مبذول می داشت و در اخفائے طاعات وکتم خیرات از نظر خلق مبالغہ واجب می دانست، چناں کہ عاصی از ظہور معصیت پُر عذر بود، او از ظہور طاعت کہ مظنۂ ریا باشد عذر می ساخت تا قاعدۂ اخلاص خلل نہ پذیرد۔ آپ کے روئے انور سے متانت، رعب و دبدبہ کا بہت زیادہ اظہار ہوتا تھا تو چہرۂ انور دیکھ کر بڑے بڑے امیر وفقیر سہم جاتے تھے کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ آپ سے کسی قسم کی گفتگو بے تکلفی سے فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل و کرم تھا کہ تمام خلق خدا اس طرح آپ سے مرعوب تھی لیکن اس رعب و دبدبہ کے باوجود آپ کے خلق کریمانہ سے مخلوق اتنا گرویدہ تھی کہ ہر وقت آپ کے پاس لوگوں کے آنے کا سلسلہ لگا رہتا تھا۔ یومیہ بغیر دیکھے لوگوں کو سکون نہ ہوتا تھا۔

کشف و کرامات! بہت سے کشف و کرامات آپ سے صدور ہوئے چند واقعات استفادۂ ناظرین کی غرض پیش کر رہا ہوں، ایک مرتبہ والی میسور ٹیپو سلطان شہید نے آپ کی خدمت میں کثیر رقم نذرانے کی روانہ کی اور میسور آنے کیلئے درخواست کی رقم آپ نے شکریہ کے ساتھ واپس کرتے ہوئے آئے ہوئے قاصد سے کہا کہ سلطان سے کہہ دینا کہ سلطنت خداداد کو چھ ماہ کے بعد زوال آنے والا ہے، لہٰذا فقیر جانے سے مجبور ہے کیوں کہ خلق خدا کہے گی کہ حضرت ابوالحسن محویؒ کے آنے کی وجہ سے اس سلطنت کو زوال آیا، قاصد واپس چلا گیا۔ اس کے چھ ماہ بعد ہی حضرت ٹیپو سلطان، شہید ہوئے۔ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا وہاں قبضہ ہوا۔

اس طرح ایک اور واقعہ ہے ایک مرتبہ ایک مرید صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا حضرت! لوگ حضور کے مسجد نہ تشریف لیجانے پر معترض ہیں، عجیب عجیب خیالات کے شکار ہوگئے ہیں، وہ کہتے رہے اور آپ خاموش سنتے رہے تھوڑی دیر کے بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ آنکھ بند کرو۔ مرید نے آنکھ بند کرلی۔ پھر فرمایا کہ آنکھ کھولو

جب آنکھ کھولی تو دیکھا، دونوں صحن مسجد حرم میں بیٹھے ہیں، مؤذن اذان عصر دے رہا ہے۔ دونوں حضرات نے نماز باجماعت ادا کی، بعد فراغت کے پھر حضرت نے فرمایا، کہ آنکھیں بند کرو، مرید نے حسب الحکم بند کر لیا، پھر فرمایا کھولو، جب کھولی تو دیکھا، کہ جہاں سے چلے تھے وہیں دونوں حضرات بیٹھے ہیں، مرید بہت ہی متحیر ہوئے، پھر حضرت نے ان کو تاکید فرمائی کہ کسی سے میری زندگی میں کبھی یہ نہ کہنا۔

تصانیف آپ کی تصانیف کے بارے میں صحیح تو نہیں کہا جا سکتا کہ کتنی ہیں، تاہم اپنی کوششوں سے جتنے کا پتہ مل سکا ہے، وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

رسالۂ ذکر وجود مراتب وجود۔ یہ رسالہ حضرت محوی نے شوال المکرم ۱۲۴۲ھ میں تصنیف فرمایا، اس کے اندر آپ نے تصوف کا معرکۃ الآرا مسئلہ اندراج یعنی کل شیئ فی کل شیئ کو واضح طور پر بیان فرماتے ہوئے مراتب وجود پر محققانہ بحث فرمائی ہے۔

رسالۂ ذکر ذاکر۔ اس رسالہ کے اندر ذکر اور مراتب ذکر کی تشریح فرمائی ہے اور عند الصوفیہ جو ذکر کے مراتب ستہ کی کہ (۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روح، جس کا دوسرا نام ذکر جانی ہے، جس کو اذکار العبد بھی کہا جاتا ہے (۴) ذکر السر (مقام فنا) (۵) ذکر جلیہ جن کو ذکر اللہ کہا جاتا ہے کہ اس مرتبہ میں ذکر و مذکور ایک ہوتے ہیں (۶) ذکر بقا۔ جس کو ذکر اللہ للعبد سے تعبیر کرتے ہیں، واضح و بین طور پر بیان فرمایا ہے نیز لوازمات و شرائط اذکار کی بھی تشریح فرمائی ہے۔

رسالۂ تفصیل المراتب فی اطوار المراتب۔ رسالہ ہذا کے اندر مصنف نے مراتب کی مختصر سی جامع تشریح کے بعد اطوار و مراتب کو حسب ذیل مختصر الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔ پہلا طور اسم اللہ (باطن) دوسرا طور اسم اللہ ظاہر، پھر اس کے چار مراتب بتائے ہیں پہلا فنا فی الفعل (توحید افعالی) دوسرا فنا فی الصفات (توحید صفاتی) تیسرا فنا فی الذات

(توحید آنی) چوتھا فنائے مطلق (توحید مطلق) تیسرا طور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس مراقب کو جس چیز کی اطلاع کرتا ہے اسکا وہ مراقب رہتا ہے، چوتھا مراقبِ معیت بلا حصول و اتحاد۔ پانچواں طور۔ مراقبہ اسمِ اعظم (صفتِ عظمتِ الٰہیہ) چھٹا طور مراقبہ عجزِ انسانی، ساتواں طور حیثیت اسمِ ظاہر باری۔

رسالہ عالمِ ارواح۔ اس کے اندر آپ نے عالمِ ارواح کی تفصیل فرمائی ہے۔

رسالہ اسمائے حسنیٰ الٰہی:۔ اس میں مصنف قدس سرہ نے اسمائے صفاتی میں سے ہر ایک کی مختصر سی تشریح اپنے خاص متصوفانہ انداز میں فرمائی ہے۔

رسالہ عالمِ مثال:۔ اس رسالہ میں آپ نے عالمِ ناسوت، ملکوت، جبروت لاہوت، ہاہوت وغیرہ مقامات کی تشریح کرتے ہوئے طریقۂ سلوک پر اجمالاً بحث کی ہے

رسالہ شرح حقیقۃ محمدی۔ اس رسالہ میں آپ نے مقام و حقیقت محمدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدلل و محقق بحث فرمائی ہے۔

رسالہ بیعت غائب و حاضر:۔ اس میں آپ نے بیعت کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ مرید ہونے کا مطلب کیا ہے اور بیعت غائب یعنی مرشد سے دور رہ کر کیسے اور کس طرح بیعت حاصل کی جا سکتی ہے اور کس طرح داخل سلسلہ ہو سکتے ہیں اور مرشد کی حیثیت کیا ہوتی ہے اس کے بارے میں مدلل و محقق بحث فرمائی ہے، کتاب سے تھوڑی سی بحث مستفادہ ناظرین کیلئے پیش کر رہا ہوں انشاء اللہ بہت جلد اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اقتباس مسئلہ بیعت غائب و حاضر

سوال: شیخ در طریقت کرا گویند؟
جواب: ولی کہ وارث نبی باشد وبہ طریق متابعت بدعوت خلق ماذون ومامور بود۔ چنانکہ شیخ محمد غوث قدس سرہ در اوراد غوثیہ در مسئلہ فسخ بیعت تحریر فرمودہ چوں درویش شایان رہبری نباشد ووارث نبی نگشتہ بود بحکم فسخ بیعت او حکم فسخ نکاح عین انتہی دور نفحات است۔ مشائخ صوفیہ کہ بہ واسطہ کمال متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ وصول یافتہ اند وبعد ازاں در رجوع برائے دعوت خلق بہ طریق متابعت ماذون ومامور شدہ اند، ایں طائفہ کاملان مکمل اند۔ فضل وعنایت ازلی ایشاں را بعد از استغراق در عین جمع الجمع ولجۂ توحید از شکم ماہی فنا بہ ساحل تفرقہ و میدان بقا

سوال: شیخ طریقت میں کسے کہتے ہیں؟
جواب: ولی جو نبی کے وارث ہوتے ہیں اور بہ طریق پیروی مخلوق کی دعوت کیلئے ماذون اور مامور ہیں۔ جبکہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ اوراد غوثیہ کے اندر مسئلہ فسخ بیعت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ جب فقیر رہبری کے لائق نہ ہو اور نبی کا وارث نہ ہے تو اس کی فسخ بیعت اور فسخ نکاح کا ایک حکم ہے۔ نفحات میں ہے مشائخ صوفیہ جو کمال اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے مرتبۂ وصول پائے ہوئے ہیں اور اس کے بعد ما لوٹنے میں مخلوق کی دعوت کے واسطے بہ طریق متابعت ماذون اور مامور شدہ ہیں۔ یہ گروہ کامل و مکمل ہیں۔

فضل اور عنایت ازلی ان کو عین جمع الجمع اور بھنور توحید کے ڈوبنے کے بعد ماہی

خلاصی و مناصی آنرا فی فرمود تا خلق
را بہ نجات و درجات دلالت کند۔ انتہی و
شیخ عبدالرزاق کاشی در اصطلاحات صوفیہ
نوشتہ الشیخ ھو الانسان الکامل
فی علم الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ
البالغ الی حد التکمیل بہا لعلمہ بآفات
النفوس وامراضہا وادوائہا
ومعرفتہ بدائہا وقدرتہ علی
شفائہا والقیام بہداہا۔ وشک
نیست این ہر دو تعریف ولی وارد ست
اند کما ھو ظاہر علی عالم کتب التصوف
سوال ۲۔ یعنی ارادت کہ مرید شدن است
در اصطلاح طریقت چیست۔
جواب: اذعان شیخ است چنانکہ در
بہجۃ الاسرار روایت از دو شیخ جلیل القدر
است وآن شیخ عمر کیمانی و شیخ عمر بزار رحمہما
اللہ تعالی است کہ حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی رضی اللہ عنہ را شخصے سوال کرد۔

فلک کے بہت سے تفرقہ کے ساحل اور بقا کے میدان میں
چھٹکارا اور مقام قرار میں آنا فرمایا تاکہ مخلوق کی راہ
نجات کی جانب رہنمائی فرمائیں اور شیخ عبدالرزاق
کاشی اصطلاحات صوفیہ میں لکھے ہیں کہ شیخ
وہ انسان کامل ہے جو علم شریعت اور طریقت
اور حقیقت میں درجہ انتہا میں پہنچا ہوا ہو۔
جس کی وجہ سے نفسوں کے امراض و آفات
کو اور ان کے علاج جانتا ہو اور اس کی معرفت
اس کی ذات کے ساتھ اسکی قدرت اس کے
شفا پر ہوا اور قائم ہونے کی وجہ سے اس
کے ہدایت کے ساتھ اور شک نہیں ہے کہ
ہر دو تعریفوں ولی وارث کی ہیں جیسا کہ کتب
تصوف کے عالم پر ظاہر ہے۔ سوال ۲ ارادت
جس کے معنی مرید ہونے کے ہیں اصطلاح طریقت
میں کسے کہتے ہیں۔ جواب: شیخ کا یقین
کر لینا ہے جیسا کہ "بہجۃ الاسرار" میں دو بزرگ
زبردست شیخ سے روایت ہے اور ان میں
سے ایک شیخ عمر کیمانی اور دوسرے شیخ عمر
بزاز ہیں رحمہما اللہ تعالی حضرت سرکار غوث
پاک رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے سوال کیا۔

ارایت ان یسمی لک رجلا ولم
یاخذ بیدک ولم یلبس الک خرقة
هل یعد من صحابک. فقال رضی
الله عنه یسمی و۲ انتهی الی قبلة
الله تعالی وکان علی سبیل مکروه
فهو من جملة اصحابی رضی الله
عنه. ان ربی عز وجل وعدنی
ان یدخل صحابی کل محب
لی الجنة انتهی. وشیخ کلیم الله
دہلوی در مکتوبی از مکاتیب سلک الجواہر
تحریر فرمودہ. چون ارادہ صفت مریدست
عقیدۂ او کافی است. دیگر بیعت
ظاہر رکن این کار نیست انتہی.

سوال۳. بنا بر اذعان شیخ حضور و
حیات شرط است یا نہ

جواب۳. خواہ شیخ غائب باشد یا
حاضر یا مردہ باشد یا زندہ مثل اذعان پیغمبر
شریعت کہ اصل است وشیخ نائب او و طریقت
فرع شریعت پس قیاس فرع را اصل باشد
چو اذعان پیغمبر در ہر حالت مذکورہ صحیح

کیا آپ جائز سمجھتے ہیں یہ کہ نام شمار کیا جائے
ایسے شخص کا اور نہیں پکڑا آپکے ہاتھ کو اور
آپ نے نہیں پہنایا خرقہ کو کیا آپکے اصحاب سے
شمار کیا جائے گا. آپنے جواب دیا نام نزد
کیا جائے گا اور میری جانب منتہی ہوگا یہاں
تک کہ اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے اگرچہ
یہ مکروہ طریقہ پر ہے لیکن میرے جملہ صحابہ سے
ہے. بیشک میرے رب عز وجل نے مجھ
سے وعدہ فرمایا ہے اور میرے تمام صحابہ اور ہر
وہ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں جنت میں داخل
فرمائے. شیخ کلیم اللہ سلک الجواہر میں تحریر
فرماتے ہیں کہ جب ارادہ مرید کی صفت ہے
تو اس کو عقیدہ کر لینا کافی ہے. بیعت
ظاہر اس کام میں اس کام کیلئے رکن نہیں ہے

سوال۳. اذعان یعنی (یقین) کی بنا
پر شیخ کا حاضر زندہ رہنا شرط ہے یا نہیں

جواب۳. نہیں. چاہے شیخ غائب ہو
یا موجود یا مر گیا ہو یا زندہ ہو. پیغمبر شریعت
کے اذعان کی طرح ہے جو اصل ہے اور شیخ
اس کا نائب ہے اور طریقت شریعت کا فرع

است و اذعان شیخ فرع اوست نیز صحیح باشد کما قال الصوفیۃ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ

سوال: تو اذعان را با شیخ غائب و موتی صحیح گفتی از کتب اقوال اولیاء اللہ عیاناً بنما

جواب: چنانچہ در نفحات است شیخ طریقت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ گفتہ اند قومے از اولیاء اللہ عز وجل باشند کہ ایشان را مشائخ طریقت و کبرائے حقیقت اویسیان نامند و ایشان را در ظاہر بہ پیری احتیاج نبود زیرا کہ ایشان را حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم در حجر عنایت خود پرورش می دہند بے واسطہ غیری چنانکہ اویس را داد رضی اللہ عنہ این عظیم مقامی بود ویس

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم و ہمچنیں بعضے از اولیاء اللہ کہ تابع ان

ہے، لہذا فرع کا اصل پہ قیاس ہوگا، کیونکہ اذعان پیغمبر جاری و حالت مذکورہ میں صحیح ہے اور اذعان شیخ اس کا فرع ہے وہ بھی صحیح ہوگا، جیسا کہ صوفیہ نے فرمایا ہے کہ "شیخ اپنی قوم میں مثل نبی کے اپنی امت میں ہے"

آپ نے شیخ غائب اور موتی کے ساتھ یقین کرنے کو صحیح فرمایا ہے، کتب در اقوال اولیاء سے اس کی تشریح فرمائیں۔

جواب: جیسا کہ نفحات میں ہے کہ شیخ طریقت شیخ فرید الدین عطار نے فرمایا ہے کہ ایک قوم اولیاء اللہ کے گروہ میں سے تھے کہ مشائخ طریقت و کبرائے حقیقت ان کا نام اویسیا رکھتے ہیں ان کو ظاہر کسی پیر کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لئے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عنایت کے گود میں بلا کسی واسطہ کے تربیت دیتے ہیں جیسا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دیا، یہ مقام عظیم ہے اویس۔

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے وہ بہت ہی بڑا فضل والا ہے اور اسی طرح بعض اولیاء اللہ سے جو ان حضرت

آں حضرت اند. بعضے از طالبان را بحسب
روحانیت تربیت کردہ اند. گرچہ ایشاں را
در ظاہر پیری باشد و ایں جماعت نیز داخل
اویسیا اند انتہی وملا عبدالغفور بریں عبارت
حاشیہ نوشتہ وآں ایں است یعنی
اویسی را لازم نیست کہ از روحانیت حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربیت یابد
بلکہ ہر کس را از روحانیت ولی از اولیاء تربیت
یابد. وی را اویسی خوانند خواہ آں ولی در
قید حیات باشد خواہ نہ باشد انتہی

کے منتسبین میں سے ہیں بعض طالبوں کو
بہ حسب روحانیت تربیت فرمایا ہے ان کو اگرچہ
ان کو ظاہر میں پیر ہیں لیکن یہ حضرات بھی
سلسلۂ اویسیاء میں داخل ہیں۔
ملا عبدالغفور اس عبارت پر حاشیہ
لکھے ہیں اور وہ یہ ہے یعنی اویسیوں کیلئے یہ
لازم نہیں ہے کہ تربیت روحانی حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے پایا ہو بلکہ ہر وہ ولی
کہ روحانیت سے اولیاء اللہ سے تربیت
پایا ہو، ان کو اویسی کہتے ہیں خواہ وہ ولی
بہ قید حیات ہو یا نہ ہو۔

اسی بحث میں آگے چل کر آپ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ
کا ایک فتوی نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بیعت غائب وحاضر کے تحت سوال
کیا۔ وہ سوال یہ ہے۔

ارادت وخلافت از لباس خرقہ غیر آں
چناں کہ حضور شیخ صحیح است ہم در غیب
از ارسال و اجازت اش صحیح است یا نہ
بینوا توجروا ھو اللہ یہدینکم
اخذ خرقہ ارادت وخلافت از مرشد غائب
صحیح است بہ شرط فرستادن نائب و اجازت

(استفتاء) یعنی ارادت اور خلافت اور خرقہ کا
پہننا اور اس کے علاوہ جس طرح شیخ کے سامنے درست
ہے اسی طرح غائب میں بھی اس کے اجازت
روانہ کرنے سے درست ہے یا نہیں۔
(جواب استفتاء) یعنی اس کا خرقہ ارادت و
خلافت کا مرشد غائب سے لینا اس شرط پر

دادن بہ آں واللہ علم
عبدالعلی غفرلہ

درست ہے کہ مرشد غائب نے اس کو اجازت روانہ
فرمادیا ہو یعنی دیدیا ہو۔ عبدالعلی غفرلہ

نکاح و اولاد

آپ کا عقد مسعود بی بی امت المجید بنت سید علی قادری ابن سید ابوالحسن قادری عرف حسن صاحب سے ہوا جن کے بطن مبارک سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ المشہور بہ قطب ویلور، جن کا ذکر ابھی آگے آرہا ہے اور دوسرے چھوٹے صاحبزادے سید عبدالعلی عرف بڑے صاحب جو زبردست عالم صاحب ولایت ہوئے جنہوں نے اپنے بڑے بھائی صاحب حضرت قطب ویلور سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ آج بھی انکی اولاد سے لوگ موجود ہیں۔

وصال

جمادی الآخر کی چھبیس تاریخ سنہ ۱۲۴۳ھ میں دوشنبہ کے دن تنادلنا سال کی عمر میں دار فانی کو خیرباد کہتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور اپنے خاندانی گنبد میں مدفون ہوئے۔ دیوار گنبد پر حسب ذیل تاریخ کندہ ہے

شد از طاق رخصت رواں بوالحسن   پئے سیر در روضۂ جاوداں
درآمد بہ مغرب سحر آفتاب   چو گویم سنش غایب قطب زماں

ملفوظات

۱۔ ایک مرتبہ دعا سے متعلق گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! دعا کا راز یہی ہے کہ بندہ جب پکارتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے، دیگر اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ (ادعونی استجب لکم) لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ اپنی عبودیت اور عجز و احتیاج کا اظہار اس کی بارگاہ میں کرتا رہے۔ اس لئے کہ مانگنے والے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سی حدیثیں بھی اس کے بارے میں آئی ہیں۔

١۔ اکثر ذکر سے متعلق گفتگو میں اس کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ سالک کو چاہئے کہ زبان پر ہر وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد رکھے اور ہر آن مخالفت نفس کرے جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ خدا کی راہ کیا ہے تو آپ نے جواب دیا۔ ہمیشہ ذاکر رہنا اور اپنے نفس کی مخالفت کرتے رہنا۔"

٢۔ فرمایا کہ اے برادرِ دینی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں اس لئے پیدا فرمایا کہ سب اسکی معرفت حاصل کریں جیسا کہ وہ فرما رہا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ہم نے جن و انس کو عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ مفسرین نے اس کی تفسیر لیعرفون فرمائی ہے، لہذا ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے تاکہ اسے خدا کی معرفت حاصل ہو جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ"

مزید نہ ملنے کی وجہ سے اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے، اتنے ہی سے آپ کی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، باوجودیکہ آپ پر جذبی کیفیت بہت زیادہ طاری رہتی لیکن کبھی خلافِ شرع کسی کام کا صدور آپ سے نہیں ہوا۔ اللہ ہم تمام کو آپ کے صدقے میں توفیقِ خیر بخشے۔ (آمین)

زبدۃ العارفین حاجی الحرمین حضرت مولوی محی الدین ابن سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہ

ولادت باسعادت آپ کی ولادتِ باسعادت ویلور میں صبحِ صادق کے وقت روز دوشنبہ یوم المیلاد جمادی الآخر ۱۲۰۷ھ میں ہوئی۔ آپ سلسلۂ مادری کے اعتبار سے حسنی ہیں جن کا سلسلۂ نسب تینتیس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت بی بی امۃ المجید بنت سید علی محمد قادری ابن سید شاہ ابوالحسن قادری عرف حسن صاحب ابن سید شاہ ابوالقاسم قادری عرف باوا شاہ صاحب ابن سید شاہ ابوالحسن ثانی عرف کاوی حضرت صاحب ابن سید شاہ ابوالقاسم ابن سید شاہ ابوالحسن کلاں ابن سید شاہ بدرالدین حبیب اللہ ابن سید شاہ عبدالرحمٰن اشرف جہانگیر ابن سید شاہ یونس شرف جہاں ابن سید شاہ یوسف حاجی الحرمین ابن سید شاہ احسن الدین ابن سید شاہ محمد صفو احمد (بالکسر الضم) ابن سید شاہ ابونصر محی الدین مفتی عراق ابن قاضی القضاۃ سید شاہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ابن سید شاہ ابوصالح موسیٰ رضی اللہ عنہ ابن سید شاہ ابوعبداللہ جیلی ابن سید شاہ یحییٰ زاہد ابن سید شاہ محمد ابن سید شاہ داؤد ابن سید شاہ موسیٰ ثانی ابن سید شاہ عبداللہ ثانی ابن سید شاہ موسیٰ الجون ابن سید شاہ عبداللہ محض ابن حضرت حسن مثنیٰ ابن امیرالمؤمنین سیدنا حضرت امام حسن ابن امام الائمہ ابوالاولیاء ابوالحسن امیرالمؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تعلیم و تربیت آپ کو بچپنے ہی سے حصولِ علم و عرفان کا بہت زیادہ شوق

تھا اور اسی وقت سے آپ کی پیشانی سے بلندی و سرفرازی کے آثار نمایاں تھے آپ بچپن ہی سے زیادہ ذہین واقع ہوئے تھے کھیل کی جانب قطعی آپ کو رغبت نہ تھی۔ چار سال کی عمر میں آپ کو مکتب میں داخل کر دیا گیا اور تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے قرآن ناظرہ مع تجوید ختم فرما دیا اور دیگر اسباق میں مشغول ہوئے۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی، اسی وقت میں اپنے والد بزرگوار نے جمعہ کے دن قبولیت دعا کی ساعت کو سنا اور جمعہ کے مابین خطبتین کے اپنے علم کے لئے دعا فرمائی۔ فضل رب سے دعا مقبول ہوئی اسی زمانے میں ٹیپو کی جنگ میں والی میسور ٹیپو سلطان شہید ہوئے اور ان کی بیگمات و شاہزادے قلعۂ ویلور میں لائے گئے تو شاہزادوں نے حضرت محوی سے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ اجازت دیں تو میں حضرت صاحبزادے کے لیے بہترین اساتذہ فن عرب وغیرہ ان کی تعلیم و تربیت کیلئے پیش کروں، حضرت نے اجازت دیدی اور آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے اساتذہ مقرر کر دیئے گئے، فن عرب سیکھنے سے پہلے آپ نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ روزگار سے کتب فقہ، عقائد اور اخلاق، انشاء، قصائد، صرف و نحو، منطق و کلام نظریات، عملیات، طبابت، ہندسہ، ہیئت و ریاضی و مساحت، علم قرأت اصول حقائق و سلوک کی تکمیل فرمائی۔ چنانچہ "ضمیمہ جواہر السلوک" میں ہے کہ خود والد ماجد خود و دیگر اساتذہ تا ۱۲۲۶ھ فراغت یافت اور صاحب مطلع النور نے بھی اس کا مفصلاً ذکر فرمایا ہے۔ پھر بیس سال کی عمر میں آپ نے کلام اللہ شریف کا حفظ فرمایا جیسا کہ ضمیمہ جواہر السلوک میں ہے کہ در سال ۱۲۲۷ھ و ۱۲۲۸ھ بہ حفظ قرآن مجید پرداخت نیز صاحب مقالات طریقت و صاحب مطلع النور نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ سہ

بیسویں سال میں وہ نیک انداز | حفظ قرآن بھی کیا آغاز
سال اکیسویں جب آں پہنچا! | حفظ قرآن اختتام کیا

پھر اس کے بعد آپ نے ایک مدت تک کتب تفاسیر و احادیث و تواریخ و سیر بزرگانِ دین و ملفوظات وغیرہ کا بہ نظرِ تعمق مطالعہ فرمایا۔ ضمیمہ میں ہے کہ "مدتے در مطالعہ تفاسیر و احادیث و سیر بزرگان و احوال پیشینیان و حالات و ملفوظات بزرگان و تواریخ گذشتگان و مطالعۂ کتب الرد کہ میانِ فرقِ اہلِ اسلام و اہلِ کتاب واقع است گذرانیدہ"۔ اسی زمانے میں شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ اہلِ تشیع کے رد میں چھپ کر شائع ہوئی تو حضرت نے مکرر کتاب مذکور کا مطالعہ فرمایا۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد آپ کے دل میں صاحبِ کتاب سے مزید اکتسابِ فیوض کا ولولہ پیدا ہوا، چنانچہ آپ نے سامانِ سفر تیار فرما کر عزمِ سفر کیا تو والدہ ماجدہ نے اس ارادے سے مطلع ہو کر فرمایا کہ پہلے یہاں اچھی طرح علوم کی تکمیل کر لو پھر حضرت محدث کی خدمت میں جاؤ۔ حسبِ ارشاد والدہ ماجدہ ۱۲۳۴ھ میں آپ مدراس تشریف لے گئے اور تبرکاً و تیمناً آپ نے درسِ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب بحرالعلوم المعروف بہ ملک العلماء و فاضلِ عالی جاہ مولانا باقر آگاہ رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھ کر بعد ازاں فاضلِ متبحر مولانا علاؤالدین صاحب جو ملک العلماء کے داماد و استاد تھے ان کی خدمت میں علومِ نقلی و عقلی کی تکمیل کیلئے تشریف لائے۔ صاحبِ مطلع النور آپ کی تعلیمی حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے ذوقِ مطالعہ و محنت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب آپ مدراس تحصیلِ علومِ عقلیہ و نقلیہ کیلئے مولانا علاؤالدین صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے تو آپ کی تعلیمی محنت و مشقت کا یہ عالم تھا کہ صبح سے نیم شب تک دوا ما کبھی ایک گھڑی بھی آرام نہ فرماتے۔ اس دوران کبھی اپنی پشت زمین سے نہ لگنے دیتے ہمہ وقت مصروفِ مطالعہ رہتے حتٰی کہ اگر کوئی آپ سے ملنے آتا تو حضرت پہلا امر سے یہ فرماتے کہ یہ بتاؤ مجھ سے کتنی باتیں کرو گے اگر اس شخص نے مثلاً کہہ دیا کہ پانچ باتیں

کروں گا تو آپ قطعاً اس سے کچھ بات نہ کرتے۔ اس طرح آپ تضییع اوقات سے بچتے ہوئے صرف مطالعہ پڑھتے کسی مسائل کی تحقیق میں خشیتے کبھی حواشی و شروح حل سکتے، اس کا بغور حرف بہ حرف مطالعہ فرماتے۔ پھر اس کے بعد فرید اپنے استاد محترم کے پاس تفصیلاً مع جرح و قدح سمجھنے کی کوشش فرماتے تاکہ مشکوک مقامات کا اشمر روشن اور منور ہو جائیں، ہر فن کو آپ نے بہت ہی توضیح و تنقیح سے پڑھا۔ علم حکمت و ہیئت میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے، کوئی آپ کا مثل نہ تھا، آپ اپنی نظیر تھے۔ ہیئت پڑھنے کے زمانہ میں جب ہندستان میں کوئی معتبر کرہ نہ ملا تو آپ نے انگلش کرہ منگوایا، لیکن اس میں دشواری یہ پیش آئی کہ انگریزی زبان میں مقامات کے نام تھے۔ صاحب مطلع النور فرماتے ہیں کہ اسی وقت میں آپ نے سترہ دن کے اندر زبان سیکھا اور اچھی طرح عبور حاصل فرمالیا۔ پھر اس کے بعد ہیئت کی تکمیل فرمائی۔ جب تکمیل تعلیم کا وقت قریب ہوا تو آپ کی والدہ ماجدہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب آپ دہلی کو یقیناً روانہ ہو جائیں گے اور آپ کی والدہ کسی حال میں آپ کو جدا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اس اضطراب قلبی کو دیکھ کر حضرت محوی نے فرمایا کہ پریشان ہونے کی بات نہیں، خواب میں حضرت بزرگوار حضرت قربی تشریف لائے اور میرے بچے کو ایک مسند مکمل پر باعزو وقار بٹھایا۔ لہذا اب دہلی جانے کی نوبت نہ آئے گی، چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں پانچویں شعبان المعظم سنہ ۱۲۴۳ھ کو فارغ ہو کر سفرِ دہلی کے ارادے سے دیلور تشریف لائے اور اپنے خاندانی جوہر یعنی علوم حقائق و معارف کے حصول میں اپنے والد سے مشغول ہوئے۔ اسی دوران دھر آپ کے والد بزرگوار ادھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہا اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اور آپ مسند سجادگی پہ جلوہ افروز ہوئے، یہیں بنا آپ سفرِ دہلی نہ کر سکے۔ کما قال صاحب مقالات طریقت۔

ارادت و سلوک بعد تکمیلِ علومِ شرعیہ کے آپ نے اپنے والد بزرگوار ہی کے دستِ اقدس پہ بیعت کی اور انہیں کے زیرِ سایہ رہ کر ریاضت و مجاہدہ کر کے سلوک طے فرمایا پھر اس کے بعد انہیں سے آپ نے اکیس[۱۹] سلسلوں میں خلافت و اجازت حاصل فرمائی (کذا فی مطلع النور و مقالات طریقت وغیرہ)

تدریس و افتاء۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا سے ظاہری طور پر سلسلۂ حصول سے فارغ ہوئے تو پھر آپ ہدایتِ خلق کیلئے رجوع الی الخلق ہوئے اور اپنے آباء و اجداد ہی کی طرح درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا اپنے ضروریات سے فارغ ہو کر مسندِ تدریس پر بیٹھ جاتے اور تشنگانِ علوم و معرفت کی تسکین فرماتے اور ان کی ہر اس تشنگی کو دور فرماتے جو ان کو پیدا ہوتی۔ صاحبِ مقالاتِ طریقت فرماتے ہیں، کہ خواندگیٔ ورود و ادعیہ ماثورہ و ادائے صلوٰۃ اشراق مسجد کے باہر درسِ علومِ دینی. میں خصوصاً حقائق و سلوک میں متوجہ رہتے اور بعد تدریس جواباتِ خطوط و استفتاء دستِ خاص سے تحریر فرماتے" آپ کی بارگاہ سے بڑی بڑی شخصیتوں نے علم کے اندر فضل و کمال حاصل کیا، ہزاروں نے آپ کی بارگاہ میں رہ کر شرفِ شاگردی حاصل کر کے شریعتِ مطہرہ کے حقائق و دقائق معلوم کئے، چنانچہ آپ کے چند شاگردوں کا ذکر خلفاً کی فہرست میں آرہا ہے۔

افتاء کے اندر آپ کا یہ عالم تھا کہ اہم سے اہم تر مسائل جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت سی دقتیں رکھتے۔ بہت ہی کھوٹے وقت میں ہوں کا اس طرح حل فرما دیتے جیسے کہ پہلے ہی سے اس کا حل تلاش کر کے رکھے ہوں۔ صاحبِ مقالاتِ طریقت فرماتے ہیں کہ ہر ملک سے استفتے آتے۔ آپ خود جوابات دستِ خاص سے تحریر فرماتے آپ کے فتاوے کا ایک ضخیم دفتر موجود ہے اور ایک مکتوبات کا ضخیم جلد بھی موجود ہے، ہر

ایک مکتوب مشتمل مطالب عجیبہ اور محتوی مضامین غریبہ ہے۔ بہت سے حضرات مکتوبات مذکورہ کی نقلیں لے گئے اور انہوں نے استفادہ فرمایا۔ صاحب مطلع النور فرماتے ہیں، کہ افتاء کے اندر آپ کا اتنا بلند مقام تھا کہ عوام کے علاوہ استفادہ کی غرض سے ان حضرات کا بھی ہجوم رہتا جو اس وقت منصب افتاء پر فائز تھے۔

دعوت و تبلیغ

ان تمام امور کے ساتھ ساتھ اصلاح خلق کی بھی بہت زیادہ لگن تھی، چنانچہ اسی غرض کے تحت ہفتے میں دو روز آپ نے وعظ و تقریر کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ایک روز مردوں میں، ایک روز عورتوں میں تقریر فرماتے جیسا کہ "ضمیمۂ جواہر السلوک" کے اندر بھی آپ کے معمولات کے تحت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ وہر جمعہ در مرداں وہر سہ شنبہ در زنان وعظ می نمودند اور صاحب مطلع النور نے بھی ہفتے میں دو مرتبہ آپ کے وعظ و پند کا تذکرہ فرمایا ہے۔ دعوت الی اللہ فی الخلق کے تحت آپ نے تقریر کے علاوہ تحریر سے بھی بہت زیادہ کام لیا۔ چنانچہ ایک دعوت نامہ کوئین وکٹوریہ ملکۂ ہندوستان کو بھی اس وقت دیا، جب وکٹوریہ نے آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر رقم نذرانے کی روانہ کی لیکن آپ نے شکریہ کے ساتھ واپس فرماتے ہوئے جواباً خط تحریر فرمایا کہ میرے لئے سب سے بہتر اور نذرانہ یہی ہے کہ تم مذہب اسلام قبول کرلو۔ وکٹوریہ نے اس دعوت کے جواب میں یہ لکھا کہ میں یہ مانتی ہوں، کہ مذہب اسلام یقیناً حق ہے لیکن میرے سامنے چند وجوہات ایسی ہیں جس کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے قاصر ہوں، ہاں اتنا تو ضرور کہوں گی کہ ہماری اتنی بڑی وسیع سلطنت میں ہندوستان کے اندر ایک ایسا مومن کامل بھی ہے جو حق گوئی میں آپ اپنی مثال اور خدمت اسلام کا صحیح جذبہ رکھتا ہے اور اس کا علمبردار ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے مختلف مقامات پر دعوت نامے روانہ کئے، صاحب مقالات طریقت

فرماتے ہیں کہ آپ کو دعوت الی اللہ کا شوق بدرجۂ کمال تھا، تمام کفار کو دعوت اسلام برملا کی دُور دراز والوں کو بذریعہ تحریر روانہ فرمایا، چناں چہ اواخر عُمر میں زبان عربی، فارسی، ہندی انگریزی وغیرہ کفار جزائر میواڑ اور نصاریٰ و ہنود وغیرہم کے واسطے دعوت نامہ اسلام چھپوائے اور متعدد قطعہ لندن اور دیگر مقامات کے راجاؤں کو روانہ کئے

ایک دعوت نامہ جو آپ نے عربی زبان میں اہل کتاب کے نام روانہ کیا تھا۔ نمونتہً مطالعہ ناظرین کیلئے نقل کر رہا ہوں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي خلق الانسان من نطفة فجعله سميعا بصيرا و اعطاه قلبا منيرا ثم وهب لمن اراد في العاجلة نعيما وملكا كبيرا فربّى بدنه وقلبه ولتربية بدنه صب الماء صبا وشق الارض شقا وانبت فيها حبا و عنبا وقضبا وزيتونا ونخلا و حدائق غلبا وفاكهة وابا متاعا له ولانعامه ولتربية قلبه ارسل رسلا هداة الى خالقه وربه -

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جس نے انسان کو نطفے سے پیدا فرمایا۔ پھر اس کے کان اور ناک بنائے اور اس کو ایک روشن قلب عطا کیا، پھر دنیا میں جس کو چاہا، دولت اور ملک عطا کیا پھر اس کے قلب و جسم کی تربیت فرمائی، اُس کے جسم کی تربیت کیلئے اوپر سے پانی برسایا اور زمین کو پھاڑ کر چیرا اور اس کے اندر غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ اور میوہ و چارہ اس کے اور اس کے جانوروں کے فائدوں کیلئے اُگایا۔ اور اس کی قلبی تربیت کیلئے رسولوں کو اس کے رب و خالق کی جانب رہنمائی کیلئے مبعوث

ایّھا العیسویون کان عیسیٰ
رسول اللہ وعبدہٗ ایدھما اللہ با
الآیات والمعجزات لیتمیز الصا
دق عن الکاذب فی دعوالرّ
سالات۔ ایھا العیسویون!
جاء عیسیٰ بآیات من ربہ یصوّ
من طین کھیئۃ الطیر فینفخ
فیہ فیکون طیرا باذن اللہ یبرئ
الاکمہ والابرص ویحیی الموتیٰ
باذن اللہ کما جاء موسیٰ بفلق ا
لبحر وجاء محمدؐ بشق القمر فقد
جاؤا بالمعجزات والنساء العظیم
وقالوا ان اللہ ربی وربکم فا
عبدوہ ط ھٰذا صراط مستقیم ط
ایّھا العیسیون! کان عیسیٰ
مخلوقا من غیر الاب کما کان آدم
من غیر الاب والام۔ فکیف یکون
خالقاً وربّا۔ ایھا العیسویون کان
عیسیٰ عبداً مغلوبا من الیھود وان
اللہ غالب علی کل شیئ وا العبد المغلو

فرمایا:۔ اے عیسائیو! ۔ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے
جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول
تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی نشانی اور معجزے
کے ذریعے تائید فرمائی تاکہ دعوئ رسالت
میں سچے اور جھوٹے الگ ہوجائیں۔ اے عیسائیو۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی نشانیوں
کے ساتھ آئے تھے مٹی سے پرندے کی صورت
بناتے تھے پس اس میں پھونکتے تھے تو وہ اللہ
کے حکم سے پرندہ ہوجاتا تھا اور مادر زاد اندھے
اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے اور مُردوں کو
زندہ کرتے تھے، اللہ کے حکم سے، جیسے کہ
موسیٰ علیہ السلام دریا کو پھاڑتے تھے اور آں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو شق
فرمایا تو تحقیق کہ سب معجزوں اور کتاب عظیم
کے ساتھ تشریف لائے اور سبھوں نے کہے
بیشک اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے، تو اسی کی
عبادت کرو اور یہی سیدھی راہ ہے۔ اے عیسائیو!
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے

كَيفَ يكُونُ إلٰهًا وَمَعبُودًا۔

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام ایک بندہ مخلوق ہو رہے تھے۔ اور اللہ ہر چیز پر غالب ہے تو پس عبد مغلوب کیسے الٰہ اور معبود ہو سکتا ہے۔

أيُّهَا العيسويون يؤخذ العَبدُ بذنبهِ لا بذنب غيرهِ ولا تزرُ وازرةٌ وزرَ أُخرىٰ. فكيفَ أخذَ اللهُ عيسىٰ بذنبِ أُمّتِهِ وَألقاهُ فِي جَهنّمَ وَأخذَ بعقوبتِهِ

اے عیسائیو! بندہ اپنے گناہ کے سبب سے پکڑا جاتا ہے غیر کے گناہ سے نہیں اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کیونکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی امت کے بدلے پکڑا اور اُن کو دوزخ میں ڈال کر عذاب میں ماخوذ کیا۔

أيُّهَا العيسويون أخذ البريّ بذنب غيرهِ ظلمٌ فاحشٌ واللهُ عادلٌ فكيفَ يكونُ ظالمًا سُبحانهُ وتعالىٰ عمّا يقُولون۔

اے عیسائیو! کسی بے گناہ کو غیر کے گناہ کے سبب گرفتار کرنا کھلا ظلم ہے اور ذات اللہ عادل ہے تو اللہ کیسے ظالم ہوگا اسکی ذات پاک اور بلند ہے اس سے جو کفار کہتے ہیں۔

أيُّهَا العيسويون بشّر يحيىٰ بأن النبي الكبير يأتي من بعدي كما في الباب الثالث من متى وكان عيسى نبيًّا مبعوثًا إلىٰ بني إسرائيل حاضرًا بين يدي يحيىٰ فكيف يكون نبيًّا مُبشّرًا

اے عیسائیو! حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک بزرگ نبی کے آنے کی بشارت دی جیسا کہ متی انجیل کے تیسرے باب میں ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی جانب حضرت یحییٰؑ کی موجودگی میں نبی بنا کر مبعوث کئے گئے تو حضرت یحییٰؑ کی بشارت عیسیٰ علیہما السلام کیلئے کیسے ہوگی۔

أيها العيسويون ما ادعى أحد من الأنبياء الذين سبقوا على نبينا محمد بانقطاع النبوة فكيف خلا الزمان إلى هذا الأمد البعيد عن النبي ناصحا أمينا

اے عیسائیو! پیغمبروں میں سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوئے ہیں کسی نے ختم نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو کس طرح زمانہ مدت دراز تک نبی ناصح امین سے خالی رہیگا!

أيها العيسويون ادعى نبينا بأنه نبي إلى الناس كافة وبأنه خاتم الأنبياء ولم يأت بعده كما ادعى فكيف لم يكن نبيا مبشرا خاتما.

اے عیسائیو! ہمارے نبی نے اس بات کے ساتھ دعویٰ کیا کہ وہ تحقیقاً نبی ہیں اور تمام انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور یقیناً خاتم الانبیاء ہیں اور کوئی نبی ان کے بعد نہیں آیا۔ جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا تو نبی مبشر کیسے خاتم النبیین نہ ہوں گے۔

أيها العيسويون إن الإنكار من أنبياء الله كفر وإن الإنكار من نبي الله عيسى كفر كذلك الإنكار من نبي الله محمد كفر عصمنا الله تعالى عما ينكرون

اے عیسائیو! بیشک عاملوں سے انکار بادشاہ سے بغاوت ہے، اسی طرح اللہ کے نبیوں سے انکار کفر ہے اور بیشک انکار اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام سے کفر ہے، ایسا ہی انکار اللہ کے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ ان سے جو انکار کرتے ہیں، محفوظ رکھے۔ (آمین)

أيها العيسويون إن البغي موجب للآفات كذلك الكفر مورث للعقوبات وإن في اطاعة الملك وعاملة أمن وراحة

اے عیسائیو! تحقیق کہ بغاوت آفتوں کیلئے سبب ہے، اسی طرح کفر عذاب کے لئے سبب ہے اور یقیناً بادشاہ اور اس کے عاملوں

وليس في عيش المطيع حزن في شأنه تقية كذالك في الايمان بالله تعالى وبنبيه امان وجنة وليس في دولة الملك الا في ملك نملة

ايها العيسويون الدولة الفانية سم قاتل الملك ايضا ظل زائل بنزول حادثة او وارث فالموت حق وعلم الله تعالى بالسر والعلانية حق والجنة والنار حق خف من الله تعالى فانه خلقك وربّاك واعطاك ملكا وبيده الحيوة والموت والبعث والحساب والعفو والعقاب انه هو الغفور الرحيم وان بطشه شديد وعذابه اليم

ايها العيسويون لا تجعل مع الله الها آخر فتلقى في جهنم ملوما مدحورا۔

کی طاعت میں امن اور راحت ہے اور فرمان برداروں کے عیش اور سکون میں کوئی رنج نہیں ہے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لانے میں امان اور جنت ہے اور بادشاہ کے دولت و ملک میں کوئی رنج نہیں ہے۔ اے عیسائیو! ملک دولت فانی زہر قاتل ہے، سایہ ڈوبنے والا ہے، کسی حادثہ یا کسی وارث سے زائل ہوتا ہے پس موت حق ہے، برزخ حق ہے، مرکر اٹھنا حق ہے اور حساب حق ہے اور اللہ کا ظاہر و پوشیدہ کو جاننا حق ہے۔ جنت و نار حق ہے اللہ تعالیٰ سے ڈر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھکو پیدا فرمایا تیری پرورش کی اور تجھے ملک عطا فرمایا اور اس کے ہاتھ میں حیات، موت اور مرکر اٹھنا اور حساب عفو و عقاب ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے اور بیشک اسکی پکڑ سخت اور عذاب دردناک ہے۔
اے عیسائیو! اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ ٹھہراؤ کیوں کہ وہ ملامت کیا ہوا راندہ ہوا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اے عیسائیو! بتحقیق اہل کتاب مخلوق کو کیوں پوجتے ہیں اور کیوں خالق کو چھوڑتے ہیں حالاں کہ وہ عقل رکھتے ہیں اور کس واسطے حق کو باطل کے ساتھ چھپاتے ہو، حالاں کہ وہ جانتے ہیں!

ایّها العیسویون! انّ اهل الکتاب لم یعبدون المخلوق ویذرون الخالق وهم یعقلون ولم یلبسون الحقّ بالباطل ویکتمون الحق وهم یعلمون

اے عیسائیو! میں اہل کتاب کو نہیں کہتا مگر یہی بات کہ ایک بات کی جانب آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو ہم اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور ہم میں کا بعض بعض کو معبود سوائے اللہ کے نہ ٹھہرائے پس اگر تم پھر جاؤ، تو گواہ رہو اس بات کے ساتھ کہ ہم موحد ہیں

ایُّها العیسویون انی لا اقول لاهل الکتاب الّا ان تعالوا الی کلمةٍ سُوآءٍ بیننا وبینکم ان لّا نعبُدَ الا اللهَ ولا نُشرك به شیئًا ولا یتخذ بعضُنا بعضًا اربابًا من دون الله فان تولّوا فاشهدوا بانّا موحّدون۔

اے عیسائیو! بے شک میں اللہ اور اسکی توحید کی جانب بلاتا ہوں تو اسلام لاؤ سلامت رہوگے تجھکو اللہ تعالیٰ تیرا دو بدلہ دے گا۔ تیرا بدلہ اور تیرے تابعین کا بدلہ پس اگر پھرا تو تجھ پر تیرا اور تیرے متبعین کا گناہ ہے۔

ایّها العیسویون انی ادعوك الی الله تعالیٰ وتوحیدہٖ۔ اسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرّتین اجرك واجر تابعین فان تولّیت فعلیك اثمك واثم المتبعین۔

اے عیسائیو! بیشک میں نبی اور

ایّها العیسویون انّی لستُ نبیّ قو لا

رسُولٍ ولکنّی لجدّی محمّدٍ رسول اللہ وارثٌ ولاخرتی حارثٌ

رسول نہیں ہوں لیکن میں اپنے جد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں اور اپنے آخرت کے واسطے کاشتکار ہوں۔ اے

ایّھا العیسویون انی لکم ناصح امین ان ارید الا الاصلاح ما استطعت ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیبُ ۔

عیسائیو! بے شک میں تم لوگوں کے لئے نصیحت کرنے والا امین ہوں۔ سوائے نیکی کے ارادہ نہیں رکھتا ہوں جس قدر کہ طاقت رکھتا ہوں، اور نہیں ہے توفیق مگر اللہ ہی کے ساتھ اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اے عیسائیو! میں تم سے اس پر کچھ بدلا نہیں چاہتا ہوں۔ بے شک میرا بدلہ صرف رب العالمین پر ہے

ایّھا العیسویون ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین من محی الدین (وارث سید المرسلین)

سلسلۂ بیعت و خلافت علاوہ وعظ و تقریر کے آپ نے سلسلۂ بیعت جاری فرما کر کروڑوں افراد کو خدا کی ہدایت فرمائی۔ آپ کے دستِ حق پرست پر مرید ہونے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ عرب و عجم کے اندر لاکھوں حضرات نے آپ سے شرف بیعت حاصل فرمایا۔ پوری تعداد کے بارے میں یقیناً تو نہیں کہا جا سکتا کہ مریدوں کی کل تعداد کتنی ہے تاہم تتبع و تلاش کے بعد جو مل سکی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے مریدین عرب و عجم میں سات لاکھ تھے، اور صاحب مقالات طریقت نے بھی اتنی ہی تعداد کے قریب بتائی ہے۔ آپ کے خلفاء کے بارے میں یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے تھے، مختلف کتابوں میں تلاش کے بعد جو آپ کے خلفاء کی تعداد ملی ہے، ان کے اسماء درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱). حضرت مولٰینا سید شاہ علی محمد صاحب قادری عرف بڑے صاحب علیہ الرحمۃ جو آپ کے چھوٹے بھائی ہیں، موصوف کی شخصیت جامع معقول و منقول تھی۔ آپ نے اپنے بھائی، حضرت قطب ویلوری کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہیں کے زیر سایہ سلوک طے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولایت کا بلند مرتبہ عطا فرمایا تھا۔ (۲) جناب معلی القاب مولانا رکن الملت والدین حاجی سید شاہ محمد صاحب قادری صاحبزادہ و سجادہ نشین حضرت معز قدس سرہٗ جن کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے (۳) مولانا حاجی سید شاہ محمد صاحب قادری جو آپ ہی کے بھانجے اور داماد تھے، حضرت موصوف کی آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت مکمل ہوئی۔ موصوف سادات نجیب الطرفین تھے۔ شیخ وقت کی تربیت نے آپ کو اوج کمال پر پہنچا دیا تھا۔ آپ کی شخصیت صاحب تقوٰی صاحب زہد و ورع و صاحب شرع اور معدن حزم و احتیاط و مخزن صبر و شکر اور صدق و صفا تھی۔ علم شریعت و حقیقت کے ساتھ ساتھ آپ کو طب میں دستگاہ کامل حاصل تھی۔ بے نیازی کا وہی عالم جو قطب ویلور میں تھی۔ مجاہدات و ریاضات شاقہ میں بھی آپ بالکل شیخ کے متبع تھے (عـه) وجہ تھی کہ شیخ ہر مقام پر آپ کو ملحوظ رکھتے تھے۔ کوئی مشورہ کسی بھی معاملے میں پیش فرماتے تو شیخ قبول فرماتے۔ صاحب مطلع الانوار آپ کا علمی تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کی تحریر میں بالکل شیخ کی تحریر کا پرتو تھا۔ آپ شیخ کے روبرو شیخ کے حکم سے افتاء نویسی فرماتے۔ غرضکہ آپ کی ذات بابرکات بے مثال خوبیوں کی مالک تھی۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ شیخ کی معیت میں گذرا۔ (۴) حضرت مولانا سید شاہ فضل اللہ قادری ہمشیرزادہ حضرت معز قدس سرہٗ (۵) حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد قادری ہمشیرزادہ حضرت معز قدس سرہٗ جو مدینہ منورہ میں آپ کے ساتھ مدفون ہوئے (۶) سید شاہ ہاشم میر صاحب قادری عم بزرگ و ہمشیرہ حضرت قدس سرہٗ جو بہت زبردست عالم عامل

عـه جو زبردست عالم و عارف تھے، زندگی کا اکثر حصہ شیخ ہی کی خدمت میں گزارا اور دار العلوم لطیفیہ کے تا زیست ناظم رہے ۱۲

فاضل حافظِ قرآن جامع حقیقت و معرفت ہیں (۷) شیخ محمد سنبولی ثم المکی جو شیخ کامل اور عالم و عامل جامع علوم شریعت و حقیقت گذرے ہیں آپ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ دوا ز دو ہزار حدیث بھی تھے (۸) مولانا محمد خان بدخشانی ثم المدنی جو عالم عامل فاضل کامل یکتائے زمان پیشوائے جہاں متبع سنن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (۹) مولانا مولوی محمد محی الدین صاحب فقیہ قادری، جنہوں نے حضرت قطب ویلوری کی بارگاہ میں رہ کر علوم شرائع و حقائق کو حاصل فرمایا اور آپ ہی کے دست اقدس پہ بیعت کی اور زیر سایہ آپ کے سلوک طے فرما کر خلافت حاصل فرمایا۔ آپ اپنے زمانے میں بے مثل عالم و فقیہ گذرے ہیں۔ آپ نے بالکل اپنے کو شیخ کے طریقۂ زندگی کے سانچے میں ڈھالا تھا۔ حضرت شیخ کے ممتاز ترین خلفاء میں سے تھے، مولانا موصوف کی شخصیت متکلم میں سے تھی، آپ نے اپنی پوری زندگی دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ کی خدمت میں گذار دی تا حیات درس دیتے رہے آپ کو لوگ استاد محی الدین، فقیہ محی الدین سے یاد کرتے تھے اور اب بھی یاد کرتے ہیں۔ (۱۰) مولانا مولوی شاہ عبدالحی صاحب قادری بنگلوری بھی آپ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے اور زبردست عالم اپنے وقت کے گذرے ہیں۔ شیخ ہی کے سائے میں آپ نے سلوک طے فرمایا اور آپ کی مختلف فنون میں بہت زیادہ کتابیں ہیں، ایک کتاب مطلع النور کے نام سے یہاں کے بزرگوں کے حالات اس میں آپ نے قلمبند فرمایا ہے۔ آپ اپنے وقت کے بے مثل و بے مثال مقرر بھی تھے، چنانچہ آپ بھی واعظ کے نام سے ہی مشہور ہیں (۱۱) میر محی الدین صاحب قادری ولد شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ از مشائخ بالاگھاٹ (۱۲) برادر مولانا مولوی حاجی سید شہاب الدین صاحب قادری عرف حسن پاشا رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) خطیب شاہ محمد یعقوب صاحب قادری علیہ الرحمہ (۱۴) سید عبدالغفار صاحب قادری (۱۵) عالم

نبیل صوفی جلیل سید جلال الدین محمد بن سید عبد المجید مینی (۱۶) حافظ غلام محی الدین قادری ولد حافظ عبد القادر صاحب انوری (۱۷) سید ابو الحسن صاحب قادری بیجاپوری کپلادی۔ (۱۸) شاہ ولی محمد صاحب پو ویلوری فرزند میر بخشی اورنگ آبادی (۱۹) محمد عبد العزیز صاحب قادری (۲۰) حاجی عبد اللہ صاحب قادری عرف سید شاہ عالم صاحب ساکن تامل پیٹری (۲۱) مولانا مولوی عبد الوہاب قادری جو اپنے وقت کے جید عالموں سے شمار کئے جاتے ہیں، آپ نے حضرت قطب ویلور سے درس پڑھا اور سند اجازت حاصل فرمائی پھر حضرت قطب ویلور سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین میں صرف کی اور خلق کثیر کو فائدہ پہنچایا اور ایک دینی درسگاہ باقیات الصالحات کی بنا ڈالی۔ تا زیست شدت سے پابند شرع رہے (۲۲) مولوی سید احمد صاحب قادری برادر زادہ سید اکبر صاحب ساکن سواد (۲۳) مولوی عبد القادر صاحب بالاگھاٹی (۲۴) سید اکبر صاحب قادری ساکن سواد۔ (۲۵) مولوی علی احمد صاحب ساکن سواد ۲۶۔ حافظ سید مصطفےٰ قادری ہمشیر زادہ شاہ ولی صاحب نتھر نگری ۲۷۔ مولوی اہل محمد صاحب قادری داماد مولوی اسد اللہ بیگ صاحب مغفور ایو دیلوری ۲۸۔ مولوی سید عبد اللہ صاحب چشتی قادری دھلوی بھوپالی جو زبردست عالم اور واقف اسرار شریعت و طریقت تھے اور خدمت دین ہی میں زندگی گذار دی۔ ۲۹۔ مولانا مولوی شاہ محمد حنیف صاحب قادری جو حضرت شیخ ہی کی بارگاہ میں رہ کر علوم شرعیہ کی تکمیل کر کے آپ ہی کے دست حق پرست پہ بیعت کی اور آپ ہی کے زیر سایۂ سلوک طے فرما کر خلافت حاصل فرمایا۔ علوم معقولات و منقولات پہ قدرت تامہ حاصل تھی۔ اسی طرح طریقت و معرفت میں بہت ہی بلند مقام آپ کو حاصل تھا۔ دار العلوم لطیفیہ میں آپ کافی دنوں تک تدریس کے کام پر مامور رہے۔ پوری زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گذری (۳۰) شیخ محمد ابن بکر تربا نگوری (۳۱)۔ مولوی عبد اللہ صاحب ثانی ق

قادری نزیل فرخندہ بنیاد حیدرآباد (۳۲) مولوی سید عبداللہ صاحب قادری عظیم آبادی
۳۳۔ حاجی سید کریم اللہ صاحب قادری بیلوری ۳۴۔ مولوی سید محمد صاحب ناگپٹنی ۳۵
مولوی عبدالرحمٰن صاحب فقیہہ مدراسی، ۳۶۔ مولوی مفتی سید علی بخش صاحب قادری بہیض ۳۷
حاجی عبداللہ صاحب قادری ساکن وانمباڑی ۳۸۔ احمد ابن مبارک سحری حیرانی۔ من قبیلہ
بنی سعد ۳۹۔ غلام حسین صاحب قادری محمود رقم (۴۰)۔ مولوی محمد یوسف صاحب قادری
آنا پٹنی ۴۱۔ مولوی محمد میراں صاحب قادری تنکابلس ۴۲۔ سید مرتضیٰ صاحب قادری مدراسی
۴۳۔ مولوی محمد ابوبکر صاحب قادری ہنگلوری ساکن نوارح تریناولی ۴۴۔ مولوی محمد علی صاحب
قادری نرکوری ۴۵)۔ نواب حاجی محمد داؤد خان صاحب قادری نبیرۂ نواب الف خان
صاحب مغفور والی کرنول ۴۶۔ مرزا محمد علی صاحب قادری ۴۷۔ حاجی شاہ محمد صاحب
قادری عرف یوسف صاحب ساکن وانمباڑی شاہنور ۴۸۔ سید شاہ محی الدین عبدالغفار صاحب
قادری المتخلص بہ مسکین شاہ جو حضرت شاہ عالم بحراتی قدس سرہ العزیز کی اولاد امجاد سے
ہیں۔ آپ نے شیخ ہی کے سائے میں رہ کر سلوک طے فرمایا اور خلافت حاصل کی، آپ کو میدان
معرفت میں بہت ہی ممتاز مقام حاصل تھا اور حضرت قطب ویلور کے ممتاز ترین خلفاء
میں شمار کیئے جاتے ہیے۔ آپ کی ایک مشہور کتاب دیوان مسکین سے مشہور ہے، جس میں آپ نے
حقائق و معرفت کے بیشمار نایاب نین گوھر پرو دیا ہے، آپ نے اپنے شیخ کے بہت ہی فدائی
تھے جیساں چہ آپ کے دیوان میں اکثر جگہوں پہ شیخ کے متعلق اشعار ملتے ہیں، آپ پر بہت
زیادہ جذب طاری رہتا تھا، ہمہ وقت حقائق و معرفت کے دریا میں غوطہ زن رہتے۔ (۴۹)
مولٰنا مولوی حکیم شاہ بدرالدین صاحب قادری مدراسی۔ آپ بھی حضرت شیخ کے ممتاز ترین
خلفاء سے تھے، علوم شرائع و حقائق کے اندر بہت زیادہ درک حاصل تھا، شیخ کی نظر عنایت
نے آپ کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا، آپ کی پوری زندگی اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

میں گذری ہے۔

تصنیفات۔ آپ کے کمالات و تبحر علمی کا پتہ آپ کی تصنیفات سے لگتا ہے کہ قدرت نے آپ کے اندر کس قدر گوہر نایاب ودیعت فرمایا تھا۔ آپ کی تحقیق و تدقیق سے عقل حیران و دنگ ہے کہ اتنے مختصر سے عرصہ میں آپ نے کیسے کیسے دشوار تر مسائل کو نہایت ہی آسان طریقے سے حل فرمایا۔ ضمیمۂ جواہر السلوک میں مذکور ہے کہ آن حضرت تصانیف عجیبہ دارد کہ بر کمال وی فی الجملہ دال بود۔ حسب ذیل کتابیں آپ کے نوک قلم سے وجود تحریر میں آئیں ۱۔ احیاء التوحید ۲۔ احیاء السنۃ ۳۔ تنبیہ الجاہلین ۴۔ صراط المومنین ۵۔ مکتوبات لطیفی ۶۔ رسالہ بذکر الف قلم ۷۔ جواہر الحقائق ۸۔ فصل الخطاب فی الفرق بین الخطأ والصواب ۹۔ غایۃ التحقیق ۱۰۔ جواہر السلوک ۱۱۔ رسالۂ فطرہ ۱۲۔ حل العلوم۔

تنبیہ الجاہلین، صراط المومنین، احیاء السنۃ، حل العلوم۔ یہ رسالے عوام الناس کی اصلاح کی غرض تحریر فرمایا، اس میں اسلام کے بنیادی عقائد سے متعلق نہایت ہی شستہ فارسی میں حسب تفہیم عوام چیزیں بیان کی گئی ہیں تاکہ اس کو دیکھ کر اپنے کو ملاحظہ کریں، کہ کتنی غلطیوں میں محو شاہیں۔

غایۃ التحقیق۔ یہ رسالہ بارہ سوالوں کے جواب میں جو بیجا پور پیٹ کے کسی صاحب نے وحدۃ الوجود کے متعلق سوال کیا تھا، ویلور میں لکھا گیا یہ کتاب آپ کی تصنیفات سے بہت ہی نفیس کتاب ہے۔ آپ نے مسئلہ وحدۃ الوجود کو دلائل عقلی و نقلی سے ثابت فرما کر ایک عالم کو ورطۂ ادہام باطلہ سے نجات دلایا۔

جواہر الحقائق۔ یہ کتاب ۱۲۷۲ھ میں لکھی گئی اور مدراس میں طبع ہوئی۔ لیکن اب نایاب ہوگئی۔ کتاب مذکور دار العلوم لطیفیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ چند نسخے یہاں کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اس کتاب کے اندر مصنف نے عالم کے ہر شعبے کی

حقیقت پر بحث فرمایا ہے اور انسان کی حیثیت اس عالم کے اندر آپ نے بتاتے ہوئے آپ نے مظہر اسمائے باری تعالیٰ پر بحث کی ہے۔ اس کتاب کی خوبیوں کو وہی صحیح معنوں میں سمجھ سکتا ہے، جس نے کم از کم ایک مرتبہ مطالعہ کیا ہے۔

فصل الخطاب - یہ کتاب ۱۲۷۷ھ میں تصنیف فرمایا اور مدراس شہر میں اس کی طبع ہوئی۔ اس کے تصنیف کی بعض یہ وجہ بتاتے ہیں کہ علمائے عصر نے حضرت قطب ویلور کے بارے میں ان کے عقائد کے متعلق لوگوں کی بدگمانیاں پھیلائے تھے اور بعض یہ بتاتے ہیں کہ اس وقت عوام کے اندر عقائد میں فساد پیدا ہو جانے کی وجہ سے تصنیف فرمایا بہر کیف جو بھی وجہیں ہوں۔ آپ نے اس کتاب کے اندر آپ مفصل طور پر توحید رسالت اور علم رسول اور ملائکہ اور اولیائے عظام اور ان کے مراتب پر بحث کی ہے۔

رسالہ بذکرا نف مقام ، یہ رسالہ طائف میں آپ نے شیخ محمد حفظی استنبولی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے خلفا سے ہیں ان کے سوالوں کے جواب تحریر فرمایا۔ رسالہ مذکور کے اندر سلوک کے ہزار مقامات کی توضیح و تشریح فرمائی ہے۔

جواہر السلوک ، آپ کی تصانیف میں یہ آخری تصنیف ہے جو آپ نے لکھا ہے کتاب مذکور کے اندر سلوک کی تمام چیزیں، تفصیلاً ذکر فرمایا۔ سلسلۂ قادریہ، سلسلہ چشتیہ و سلسلہ نقشبندیہ کے اصول مراقب اور علاوہ ازیں توحید ایمانی، توحید علمی، توحید افعالی، توحید صفاتی، توحید ذاتی، توحید حالی، مسئلہ معیت، مسئلہ اندراج الکل فی الکل مسئلہ تجدد امثال پر نہایت ہی محققانہ بحث کی ہے اور ان کے جملہ مشکلات کو نہایت ہی سلجھے ہوئے انداز میں بیان فرمایا ہے، ایک سالک و طالب حق کو اس کتاب کے اندر وہ تمام چیزیں ملیں گی جو اس کو اس راہ میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جس طرح قدرت نے آپ کے زبان میں اثر عطا فرمایا تھا اسی طرح آپ کی تحریر میں بھی تھا

جتنا آپ نے زبان سے تبلیغ کا کام انجام فرمایا اس سے زیادہ آپ کی تحریر نے جادو کا کام کیا۔ خواہ علمائے ظاہر ہوں یا راہِ سلوک کا کوئی سالک ہر ایک نے آپ کی تحریر تقریر سے ہر مشکل کا حل پایا، ہزاروں گم کردہ منزل نے آپ کی تصنیفات دیکھکر اپنی صحیح منزل کا پتہ لگا لیا۔

حلیہ و اوصافِ کریمانہ

قد میانہ، سبز رنگ، وسیع پیشانی، عریض سینہ، نحیف الجثہ تھے، آپ کی شخصیتِ عظمیٰ کے اندر وہ سب کچھ تھا، جو ایک انسان کامل کے اندر ہو سکتا ہے۔ حقیقی معنی میں قدرت نے آپ کو وارثِ انبیاء بنایا تھا، آپ پورے طور پر العلماء ورثۃ الانبیاء اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق تھے، آپ کی ہر ہر ادا سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت تھی، کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرا، جس میں آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرِ مو ہٹ کر رہوں، خواہ خلوت میں ہوں یا جلوت میں، ہر حال میں، پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ادا پیشِ نظر رہی، دل خوفِ الٰہی کا نشیمن بنا ہوا تھا۔ تازیست کبھی ایسا لباس زیبِ تن نہیں فرمایا جو حضور سے ثابت نہ ہو، صاحب مطلع النور فرماتے ہیں کہ کبھی آپ کے دل میں یہ خیال تک نہیں گذرا کہ شاہی کرّ و فر سے آراستہ ہو کر رہیں تواضع و انکسار کا یہ عالم کہ کبھی آپ نے کسی مومن سے اپنے کو قولاً و فعلاً فضیلت نہ دی، بلکہ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ میں مسلمانوں کی خاکِ پا ہوں، نیز آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اس خاکساری کے باوجود یہ عالم تھا کہ جب کبھی آپ باہر نکلتے تو آپ کے گرد و پیش خلق کا اس قدر ہجوم ہوتا گویا شہنشاہِ وقت کی سواری رواں دواں ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنی زندگی، اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے سانچے میں ڈھال دی تھی، یقیناً آپ کے اندر بو اسد اللّٰہی فقرِ مسلمانی تھی، قدرت نے وہ آئینہ بنایا تھا جس میں جلوۂ احمدی نمایاں تھا، جن کی جامع شخصیت میں صدیقؓ کی صداقت، فاروقؓ کی عدالت، عثمانؓ کی حیاء علیؓ کا ولولہ جہاد

موجود تھا جن کے آستانے پر شاہانِ وقت نے جبّہ سائی کی۔ صاحب مطلع النور آپ کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کی نقل کو عقل سے تطبیق اس درجہ بلند تھی کہ اگر سقراط، جالینوس و بطلیموس بھی ہوتے تو ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے جس کے دلائل قاہرہ و باہرہ کے سامنے معقولات کے دلیلوں کی عمارتیں کھوکھلی اور بے معنی نظر آتی ہیں، معلوم ہوتا کہ قطبِ ویلور کے بھیس میں کوئی غزالی ہے۔ جو اہلِ عالم کو درسِ انسانیت دے رہا ہے۔ آپ کی متبرک مجلس میں جو شخص بھی جس وقت میں آیا آپ کو اس حال میں پایا کہ حضارِ مجلس کو آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکات بتا رہے ہیں، اور ہر صاحب ظرف اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اکتساب فیض کر رہا ہے" آپ کے جود و سخا کا یہ عالم کہ جو بھی آپ کی بارگاہِ پُر وقار میں کوئی حاجت لیکر آیا کبھی آپ نے رد نہیں فرمایا، آپ کے عطا کو دیکھکر بڑے بڑے نوابین رؤسا، وقت متحیر تھے کبھی امراء آپ سے عطا میں سبقت نہیں لے جاسکے، ہمیشہ آپ نے سائل کو اس کے سوال سے زاید دیا۔ علماء و مشائخ کو ہمیشہ ہدیہ و سوغات، نقد و جنس نہایت احترام سے پیش فرماتے۔ تسخیر قلوب کی غرض سے غیر مسلموں کو بھی ضرورت سے زاید عطا فرماتے تاکہ ایمان لے آئیں۔ چناں چہ آپ سے متعلق ایک واقعہ ہے کہ ایک عیسائی برابر آپ کی خدمت میں آیا کرتا تھا اور آپ کی مجلسِ وعظ میں شریک رہا کرتا تھا، ایک مرتبہ اس نے کسی ضرورت کے تحت ڈھائی سو روپئے کا آپ سے سوال کیا۔ شیخ نے فوراً اس کو عنایت فرمایا، وہ عیسائی اس عنایت کو دیکھکر حیران و ومم بخود ہو گیا، جب کوئی مہمان آتا تو اس کو باعز و وقار رکھتے اور جبتک وہ مہمان آپ کے پاس رہتا، ہر ممکن خدمت اسکی فرماتے روزانہ مہمانوں کے آنے جانے کا سلسلہ رہتا۔ سائلوں کی کثرت رہتی لیکن کبھی احساس کبیدگی تک پیدا نہ ہوئی، کوئی بھی مہمان آتا، کم از کم تین روز اس کو ضرور ٹھہراتے پھر کہیں جانے کی اجازت مرحمت فرماتے" صاحب مقالاتِ طریقت

فرماتے ہیں کہ امیر و فقیر آپ کی خدمت میں آتا تو اس کی حسب حوصلہ ضیافت کرتے، بلکہ جبتک وہ رہتا اس کو طعام پہنچاتے، اگر کوئی قبول نہ کرتا تو تین دن تک ضرور بالضرور اسکی دعوت کرتے اول تمام مہمانوں کو طعام ماحضر پہنچاتے، بعد ازاں کچھ بہ مقدار قلیل آپ تناول فرماتے۔ آپکے اخلاق کریمانہ کا یہ حال تھا، جب کبھی کسی سے ملتے، خندہ پیشانی سے ملتے، جو کوئی آپ سے ملنے آتا، فوراً کھڑے ہو کر اس سے ملتے اور مصافحہ کرنے میں اس وقت تک ہاتھ نہ کھینچتے جبتک خود مصافحہ کرنے والا نہ کھینچ لیتا، کبھی کوئی تلخ و نازیبا باتوں سے اپنی زبان کو ملوث نہ ہونے دیا، جس سے کسی کو تکلیف پہنچے، آپ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تفسیر تھے کسی نے کچھ بھی کہا لیکن آپ نے کبھی اس کا اثر نہ لیا، اپنے خلفا و مریدین کے ساتھ شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص یہی تصور کرتا کہ حضرت میرے ہی ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہیں، ہر وقت آپ نے دلجوئی فرمائی، اگرچہ لوگوں نے بہت زیادہ گزند و تکلیف پہنچا لیکن آپ کی شان کریمی میں سر مو فرق نہ آیا، خلق کی ایذا رسانی اور آپکی شان کریمی کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے، جبکہ کچھ نااہلوں کی نازیبا حرکتوں سے آپ کو حکومت کی جانب سے وقتی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن پھر بھی آپ مسکراتے ہی رہے اور آپکے عفو و کرم میں ذرا فرق نہ آیا۔ واقعہ کو صاحب مطلع الانور و مقالات طریقت نے بھی مستند یوں بیان فرمایا ہے کہ آپ کا ہمیشہ یہ دستور تھا اور رہا کہ روز وعظ و تقریر فرمایا کرتے تھے، کچھ ازلی بدبختوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ شیخ اپنے بیان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف مسلمانوں کو ابھارتے ہیں، یہ خبر جب کمپنی کو ملی تو اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور آپ نظر بند کر دئے گئے، لیکن آپ کی برأت کا علم جب کوئین دکٹوریہ کو ہوا تو اس نے اس غلط فہمی کی معذرت چاہی، رہائی کے بعد حجوں نے آپ سے کہا۔ کہ جو الزامات آپ پر لگائے گئے ہیں اور مخالفین نے آپ کو جو تکلیف پہنچائی ہے، اس کے تحت آپ اپنی حرمت کا دعویٰ کر دیں، جواب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی نے تکلیف نہیں دی، اور

نہ دنیا کا کوئی انسان دے سکتا ہے لہٰذا آپ میں بلا وجہ کسی کو کیوں تکلیف دوں اور میں اپنی
ہر مرضی کو خدا کی ہر مرضی و مشیّت پہ قربان کر دینا عین کمال سمجھتا ہوں ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی ۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حکام ان الفاظ کو سُن کر دنگ رہ گئے اور انہیں اس خُلقِ عظیم کی داد دینی پڑی، کہ انسانی رُوپ میں کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے، علاوہ ازیں اور بہت سی مثالیں ہیں، جن سے آپ کی بلند خلاقی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ استغنا آپ کے اندر بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ صاحب مقالات طریقت فرماتے ہیں کہ علم و عمل اور تواضع و انکسار، تحمل و استغفار، توکل و قناعت، سخاوت و فراست میں علم الوقت اور وحید العصر، امراء و اغنیاء سے بالکل بے پروا اور فقراء و غرباء کے ملجا و ماویٰ تھے، صبر و توکل میں زندگی بسر کی۔ کسی کے پاس سے جاگیر اور تنخواہ نہ لی، آپ کے ہمشیرزادے سید کریم اللہ قادری المعروف بہ خواجہ پیر فرماتے ہیں کہ قبول تحفے ہدایا کا تین طرح دستور تھا۔ اول اگر کوئی کچھ دیتا تو قطعی قبول نہ فرماتے اور ویسے واپس فرما دیتے، دوم اگر کوئی کچھ سلوک کرتا تو اس کے لئے دوگنا سلوک کرتے۔ سوم اگر کوئی کچھ پیش کرتا بہ خوشی قبول فرما لیتے۔ آپ بالکل حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر من نور اللہ۔ کے پورے طور پر مصداق تھے۔

معمولاتِ یومیہ

بعد نماز فجر یومیہ مسجد ہی میں اشراق تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، بعدہ پھر طلّاب کو درس دیتے، پھر جوابات استفتاء وغیرہ کا سلسلہ رہتا، اس سے فارغ ہو کر دوپہر میں قدرے ماحضر تناول فرماتے پھر قیلولہ کر کے نماز ظہر ادا فرما کر حجرے میں تنہا دروازہ بند کر کے عصر تک تلاوت قرآن کریم فرماتے پھر نماز عصر ادا فرما کر بالا خانے پر تشریف لیجاتے، وہاں مغرب تک

مختلف مسائل پر لوگوں میں گفتگو ہوتی، نماز مغرب کے بعد بھی اسی طرح عشاء تک پند و نصائح کا سلسلہ رہتا۔ بعد عشاء مہمانوں کا انتظام فرما کر حرم سرا میں جاتے، اور قدرے تناول فرما کر نصف شب تک تصنیف و تالیف کا کام کرتے، پھر لعبدہٗ آرام فرماتے (کما قال صاحب مطلع النور و مقالات)

سفرِ حج

۲ شعبان المعظم ۱۲۶۵ھ کو تیس سال کی عمر میں آپ حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے، ایک بہت بڑا قافلہ بھی آپ کے ہمراہ تھا جس میں آپ کے شاگرد و مرید اور خویش و اقارب اور احباب اہل فضل تھے جس شہر سے آپ کا گزر ہوتا ہر مقام پہ کثیر التعداد مخلوق آپ کے استقبال کیلئے آتی اور نہایت پرشکوہ طریقے سے مہمان نوازی کرتی، صاحب مطلع النور فرماتے ہیں کہ اس طرح ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت حاصل کی اور بے شمار فیض آپ سے پایا۔ جب آپ کا قیام مکہ معظمہ میں تھا تو تقریباً تین سو کی تعداد میں لوگوں نے بیعت کی اور انمیں سے بعضوں نے خلافت بھی حاصل کی۔ بعد الحج عازم مدینہ ہوئے اور حرم نبوی میں پہنچکر مسجد میں تین روز ... معتکف رہے اور اپنے ہاتھوں سے قنادیل روشن کیں، خود اپنے ہاتھوں سے مسجد مکرم کی جاروب کشی فرماتے۔ اسی دوران آپ نے یہ قصد فرما لیا کہ جملہ قافلوں قافلہ والوں کو رخصت فرما کر خود مدینہ طیبہ میں اقامت فرمالیں۔ جب آپ نے اس خیال کا اظہار فرمایا تو اہل قافلہ بیقرار ہوگئے اور قافلہ میں آہ و بکا شروع ہوگئی۔ ارادہ شیخ کچھ اور تھا اور مشیت ایزدی کچھ اور، چنانچہ صاحب مطلع النور فرماتے ہیں کہ ایک شب آپ نے خواب دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر سے باہر تشریف فرما ہیں اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی حاضر ہیں اور شیخ کو جدائی کے غم میں بلا رہی ہیں تو اسی وقت حضور نے فرمایا "ارجع یا ولدی" (اے فرزند لوٹ جاؤ) اس زمانے میں شیخ کی والدہ سخت بیمار تھیں اور شیخ کو بہت یاد فرماتی،

تھیں اور آپ کی آمد کیلئے دست بدعا رہتی تھیں، جب یہ خواب آپ نے دیکھا، بہت پریشان
ہوئے اور دربار رسول ﷺ کی جدائی میں بہت زیادہ بیقرار ہو کر رونے لگے، بالآخر واپسی
کی تیاری میں مشغول ہو گئے، مولانا محمود حسین صاحب جو آپ کے شاگرد اور مرید خاص تھے
جن پر شیخ کی توجہ خاص رہتی تھی، وہ بھی آپ کے ہمراہ تھے، وہ فرماتے ہیں کہ جب شیخ
مدینہ منورہ سے واپس ہونے لگے تو روضۂ اطہر پر آخری سلام عرض کرنے تشریف
لے گئے، روضۂ اقدس تک پہنچتے ہی رقّت طاری ہوئی اور بے تاب ہو گئے، جب
نہ رہا گیا تو وہیں پر بیٹھ گئے۔ اسی بیقراری کے دوران آپ پر غنودگی طاری ہوئی، مولانا
موصوف فرماتے ہیں کہ میں اس طرح باادب دست بستہ کھڑا تھا کہ اچانک شیخ
فرحاں و شاداں تھے، اس وقت آپ کے رونے اور بے حزن و ملال ختم ہو چکا تھا اور
بین العصر والمغرب وہاں سے روانہ ہوئے اور قافلہ بہت آگے بڑھ چکا تھا، اسی
دوران میں نے شیخ سے باادب اچانک اس تبدیلی کی وجہ دریافت کیا تو شیخ نے
جواب دیا کہ جب میرے اوپر غنودگی طاری ہوئی تو دیکھا کہ حضور سامنے ہیں اور فرما رہے
ہیں یا ولدی لاتحزن انت من ارضنا (یعنی اے فرزند غمگین نہ ہو تو ہماری
زمین سے ہے) ہندوستان پہنچے اور ویلور وارد ہوگئے تو ماہ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۶۲ھ
کی نویں تاریخ تھی. یہاں پہنچکر پھر آپ نے ہدایتِ خلق اور اشاعتِ دین کا کام انجام
دینا شروع فرمادیا۔ (کمافی مطلع النور)

تصرفات و کرامات

شیخ کے ایک مرید جو عابد حاجی ہونے کے ساتھ نہایت
ہی خلیق واقع ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ جب میرے
شباب کا عالم تھا، اسی زمانے میں اکثر تو اپنے اہل و عیال سے دور رہا، اسی جدائی کے
دوران میرے اندر زنا کے خطرات پیدا ہوئے اور خواہش بڑھتی گئی کہ رات میں شیخ

خواب میں تشریف لائے، اور انتہائی غضب کے عالم میں فرماتے ہیں کہ کیا تو زنا کا ارادہ رکھتا ہے؟ جا آج سے تیری رجولیت سلب کرتا ہوں، مرید مذکور فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو واقعی میں نے اپنے کو نامرد پایا، بہت علاج کیا لیکن کوئی حاصل نہ نکلا، اور تین سال تک اسی حال میں رہا، آخر اس کے تعجب ویلور آیا اور شیخ کے بہنوائی مولانا حاجی محی الدین صاحب جو بہت بڑے صوفی وعالم ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست حکیم بھی تھے، ان کے پاس گیا، انہوں نے دیکھکر فرمایا کہ آپ کو مرض نہیں بلکہ پیر کا تصرف ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنے پیر کی بارگاہ میں رجوع لائیں اور معذرت پیش کریں۔ بالآخر شیخ کی خدمت میں آیا لیکن لب کشائی کی ہمت نہ ہوئی تو مجبوراً ایک کاغذ میں لکھکر آپ کے حجرۂ اقدس میں رکھ دیا، جب شیخ مسجد میں تشریف لائے تو فرمایا کہ کیا تو نے یہ کاغذ رکھا ہے، میں نے اثبات میں جواب دیا تو شیخ نے فرمایا کہ آئندہ ہوشیار رہنا کبھی ایسی حرکت نہ ہونے پائے، بسر وجہر خدائے قہار سے خوف کھاتے رہو، پھر اسی شب شیخ دوبارہ نصیحت کے بعد فرمایا کہ جا تیری رجولیت کو واپس کیا، بیدار ہوا تو اپنے کو اصل حال میں پایا

اسی طرح آپ کے انتقال کے بعد کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک قندھاری سید ذاکر نامی شخص حضرت مکان پر تشریف لائے، ایک شب وہ نوجوان بالکل بھوکا سو گیا اور کسی کو خبر نہیں، اسی رات شیخ نے اپنی خادمہ کی بہت زیادہ زجر و توبیخ کی کہ ایک مسافر بھوکا سو گیا اور اس کو کھانا نہیں پہنچایا گیا۔ خادمہ نے عرض کیا۔ یا حضرت! وہ کون ہے، کہاں ہے تو حضرت نے بتایا کہ سید ذاکر حسن قندھاری فلاں جگہ ہے، پھر خادمہ نے عرض کیا کہ کھانا تو ہے لیکن سالن نہیں ہے تو شیخ نے فرمایا کہ سالن نہ ہو تو کم از کم چٹنی ڈالکر کھانا پہنچا دو فوراً خادمہ بیدار ہوئی اور اسی وقت طشت میں کھانا رکھ کر وہاں پہنچایا، وہ قندھاری حیران ہیں کہ میں نے کسی کو اطلاع نہ دیا اور کھانا کیسے آگیا۔ خادمہ سے پوچھنے پر اس نے

واقعہ کی حقیقت کا اظہار کیا۔

ایک مرتبہ چند اشخاص نواحی کولار سے آئے اور شیخ کے رباط میں آکر ٹھہرے۔ دو تین دن رہنے کے بعد، بعد نماز عشا شیخ سے اجازت رخصت لیکر اپنے قیام گاہ پر آ گئے کہ صبح سویرے روانہ ہوں گے، بارہ بجے شب میں شیخ نے رباط میں آ کر فرمایا، ابھی روانہ ہو جاؤ لیکن پھر بھی غلبۂ خواب کی وجہ سے سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر شیخ نے آکر فرمایا، فوراً جاؤ حسب فرمان تیار ہو کر وہ لوگ ویلور سے روانہ ہوئے۔ دوسرے دن ان لوگوں کا ایک جنگل سے گذر ہوا، اس جنگل میں ایک نالہ جاری تھا جس کے کنارے چند ملاح تھے، جو لوگوں کو اس کنارے سے اس کنارے لے جایا کرتے تھے، اہل نواحی کولار کہتے ہیں کہ ہم لوگ ابھی پہنچکر پار ہو گئے اور اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر جب کھانے بیٹھے تو دوسرے چند لوگ آئے، جن کو ملاح سوار کر کے دوسرے کنارے لے جا رہے تھے کہ اچانک نیا پانی آیا اور اس میں ایسی طغیانی آئی کہ کشتی الٹ گئی اور جملہ سوار ڈوب گئے، اسی وقت ہم لوگوں کو معلوم ہوا، کہ شیخ کا بار بار جگا کر جانے کیلئے فرمانے کی کیا وجہ تھی، اگر تھوڑی دیر ہوتی تو ہمی قافلے کے ساتھ ہمارا حشر بھی ہوتا۔"

شیخ چند نامی ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں ویلور آیا اور مکان میں قیام کیا، اسی قیام کے دوران ایک روز روح کی بحث چھڑ گئی کہ روح مخلوق ہے یا غیر مخلوق بہت زیادہ بحث ہوتی رہی لیکن فیصلہ نہ ہو سکا، بالآخر شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ اس وقت مسجد میں معتکف تھے، جب خدمت میں بیٹھا تو شیخ ہی بے نشان و گمان گفتگو میں پہل فرمائی اور فرمایا کہ پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہیں کیا روح کے بارے میں کچھ کہنا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا، جب قدرے سکون ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ روح حادث ہے پھر اس کے دقائق و نکات پر سیر حاصل بحث فرمائی (کما قال صاحب مطلع النور)

ایک قریہ کا واقعہ ہے کہ جب شیخ حج ثانی کیلئے نکلے اور کڈپہ پہنچے تو وہاں نزول فرمایا آپ کی ایک مجلس میں ایک پیرمرد بھی آیا، شیخ نے اس کو بٹھا کر پوچھا کہ کیا نام ہے، پیرمرد نے اپنا نام بتایا، پھر شیخ نے اس کی عمر دریافت کی تو اس نے جواب دیا بیاسی سال کی عمر ہے جواباً شیخ نے فرمایا کہ روح تن سے جدا ہونا چاہتی ہے۔ پیرمرد نے نہیں سمجھا تو دوبارہ آپ نے یہی فرمایا اختتام مجلس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھر کو چلے گئے، دوسرے دن بلا مہلت وہ پیرمرد دنیا سے رخصت ہوگیا، تب لوگوں کو پورا یقین ہوا کہ قطبِ ماں نے صحیح فرمایا کہ روح تن سے جُدا ہوکر اپنے وطن کو جانا چاہتی ہے۔

نکاح و اولاد

آپ کا نکاح سید غوث صاحب قادری جو آپ کے پھوپھا بھی ہوتے تھے ان کو ایک ہی لڑکی تھی اور کوئی دوسری اولاد ذکور ان کو نہ تھی مدارس میں دورانِ تعلیم میں آپ انہیں کے یہاں رہتے تھے۔ سید غوث صاحب آپ کو بہت زیادہ چاہتے تھے، انھوں نے اپنی صاحبزادی کو آپ سے منسوب کر دیا، ان کے بطنِ مبارک سے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری جن کی ولادت مدینہ طیبہ سے دو سال بعد واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق ہوئی، جن کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے۔ صاحبزادی کو آپ نے اپنے بھانجے حضرت مولانا سید محمد قادریؒ سے منسوب فرمایا۔

سفرِ حج و وصال

جب آپ حج اولی سے بہ حکم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو خدمتِ دین میں مصروف رہے لیکن اندرونی طور پر دیارِ رسول ﷺ کی جدائی کا بہت زیادہ قلق تھا، گویا کہ تن یہاں تھا اور روح مدینہ طیبہ میں تھی لیکن مدت معینہ تک کیلئے حکم رسول ﷺ کی تعمیل لازمی تھی، سنہ ۱۲۸۰ھ میں چوبیس ۲۴ محرم الحرام شب دو شنبہ کو آپ کی والدہ ماجدہ دنیا سے رحلت فرماگئیں، صاحب مطلع الانوار فرماتے ہیں کہ ان کے وصال کے بعد شیخ کو سفرِ حجاز کا بہت زیادہ خیال پیدا ہوگیا اور یہی آرزو تھی کہ باقی زندگی

حرمین الشریفین کے درمیان گذرے اور اکثر یہی حدیث آپکے ورد زبان رہا کرتی تھی۔ من مات فی احدی الحرمین بعث فی یوم القیمۃ من الامنین یعنی جس کی موت حرمین شریفین کے درمیان ہوئی وہ قیامت میں آمنین سے اٹھایا جائے گا۔"

آخر وہ وقت آگیا جسکی آپ کو تمنا تھی اور آپنے بالکل عزم صمیم فرمالیا کہ اب سفر حجاز یقینی ہے، جب خویش و اقارب، مریدین و متعلقین کو اس کا علم ہوا تو سبھوں نے جمع ہو کر بہت زیادہ مجبور کرنے کی کوشش کی۔ اب شیخ سفر حج نہ کریں اسلئے کہ عمر زیادہ ہوچکی ہے، منزل دور ہے، صحت اس قابل نہیں کہ صعوبت سفر برداشت کرسکیں لیکن اتنے اصرار کے باوجود آپکے استقلال میں بھی فرق نہ آیا اور سفر کی تیاری شروع فرمادی، چنانچہ ۳ شوال المکرم ۱۲۸۵ھ روانگی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ خلق کے اندر کہرام مچ گیا، اس لئے کہ عمر کے ساتھ ساتھ آپکے ارادہ سے پتہ چل رہا تھا کہ اب ہندستان کو واپسی ہوگی؟ تاریخ جیسے جیسے قریب آتی گئی، لوگوں میں اضطراب بڑھتا گیا، ماہ رمضان المبارک رخصت ہوگیا اور وہ تاریخ آگئی، جب خطیب وقت اپنی منزل کی جانب رخ کرنے والا تھا، خویش و اقارب، مریدین و متعلقین میں صف ماتم بچھ گئی۔ آپنے ہر ایک کو تسکین و تسلی دی، اس کے بعد پھر ۴ شوال المکرم ۱۲۸۵ھ کو جملہ خلق کو الوداعی سلام کہتے ہوئے آرکونم اسٹیشن سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے اور نو گھنٹے سفر طے فرمانے کے بعد مغرب کے وقت کڈپہ پہنچے اور وہاں محلہ نئی گوٹ میں کمال الدین صاحب قادری المعروف بہ باشا صاحب کے یہاں جلوہ افروز ہوئے۔ موصوف شیخ کے آمد کی خبر سن کر بہت مسرور تھے لیکن اتفاق وقت کہ شیخ کے پہنچنے سے پندرہ روز پیشتر ان کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم کی والدہ نے شیخ کی ضیافت فرمائی اور مرحوم کی بیوی نے آپکے ہاتھ پہ بیعت کی اور بہت سے لوگوں نے بیعت کی، پھر ۱۲ شوال المکرم کو تاڑپتری روانہ ہوئے، وہاں آپکے خلیفہ سید شاہ عالم صاحب اسٹیشن پر مع متعلقین کے منتظر تھے

گاڑی پہنچتے ہی لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ عوام ریلوے اسٹیشن دیکھکر دم بخود رہ گئے، شاہ عالم صاحب نے ذرہ نوازی کی، پھر اپنے گھر لے گئے۔ شب بھر شیخ ان کے یہاں قیام پذیر رہے۔ پھر صبح کو بعد نماز فجر ناشتہ فرماکر گمٹی روانہ ہوئے، وہاں ایک مسجد میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں سے دھونی ۔ ۹ شوال المکرم کو جمعہ کے دن صبح صادق کے وقت بذریعہ ریل آئے جود کو تشریف فرما ہوئے اور اندرون قلعہ مسجد میں قیام فرمایا، وہاں ایک محمد صاحب نامی ایک ڈاکٹر اور ان کی ہمشیرہ اور دس گیارہ آدمیوں نے بیعت کی، پھر دس شوال المکرم کو رائچور سے کرنول اسٹیشن پہنچے، وہاں نواب داؤد خان آپ کے منتظر تھے۔ موصوف شیخ کے ساتھ بمبئی تک رہے، گیارہ کو کرانہ روڈ سے گلبرگہ تشریف لے گئے، وہاں بارہ کو اشراق کے وقت حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حاضری دی اور دیر تک مراقب رہے۔ حالات منکشوف ہوئے۔ نیز صاحب مزار نے زیارت حرمین کی مبارکباد دی، اور جانے کا حکم فرمایا۔ آپ نے وہیں شہاب الدین عرف حسن باشاہ صاحب کو چند خطوط اور دعوت نامے اطراف کے نواب کے عطا فرمایا اور ۱۳ شوال المکرم کو صبح صادق کے وقت پونہ اترے، وہاں سے پندرہ کو شام کے وقت بمبئی پہنچے، پھر بمبئی سے ۶ ذی القعدہ ۱۳۵۵ھ کو جہاز پر حج کیلئے سوار ہوئے اس دوران سینکڑوں آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۸ ذی قعدہ کی صبح کو جہاز روانہ ہوا۔ آدھی مسافت طے کرنے کے بعد سمندر میں طوفانی صورت پیدا ہوگئی، ہوا جہاز کے مخالف تھی جس کی وجہ سے جہاز آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے کو جارہا تھا، لوگوں میں چیخ و پکار شروع ہوگئی۔ عملۂ جہاز میں بہت پریشانیاں پیدا ہوگئیں۔ تمام لوگ شیخ کے پاس آئے اور دعا کیلئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا حافظ و ناصر ہے۔ غرضیکہ جب جہاز جدہ سے ایکسو پچاس میل کے فاصلے پر تھا کہ ذی الحجۃ الحرام کا چاند نظر آیا، حجاج ناامید ہوگئے کہ اب حج نصیب نہ

ہوگا۔ اسی پریشانی کے عالم میں ایک آگبوٹ سلطانی نمودار ہوا، امداد کی التجا کی گئی۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوا معلّمین نے لوگوں کو تشفی دی۔ دوسرے روز فضلِ ربّی ہوا اور جہاز دوم ذی الحجہ کو جدّہ میں لنگر انداز ہوگیا اور شیخ مع اہل سفر کے جدّہ میں اُترے وہاں سے ۵ ر پانچ ذی الحجہ کو مغرب کے وقت روانہ ہوکر چھ ۶ ر ذی الحجہ کو جمعہ کے دن صبح صادق کے وقت مکہ معظّمہ پہنچے اور ۸ ر تاریخ کو منیٰ حج کیلئے روانہ ہوئے اور ۹ ر کو عرفات پہنچے اور بعد نماز صبح کو منیٰ آئے اور وہاں بارھویں کی دوپہر تک رہ کر پھر مکہ معظّمہ واپس تشریف لائے، یہاں مصلی حنفی پر چھ آدمیوں نے آپ سے بیعت کی، بعد فراغ حج کے تپ اس قدر طاری ہوا کہ نماز میں سجود وقعود دشوار ہوگیا، دوسرے روز جب اہل قافلہ مدینے کی تیاری میں مصروف تھے، شیخ نے فرمایا کہ فقیر کی جانب سے بارگاہ رسالت میں بعد سلام کے کہنا اب سفر اور رکوب کی بالکل طاقت نہیں اور ہجر کی بھی تاب نہیں، آپ کے مُرید عبدالعزیز ابن حسین فرماتے ہیں کہ میں ۱۲ ر ذی الحجہ کو طوافِ کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کے پاس آیا تو دیکھا، بہت زیادہ بیقراری ہے اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں تو میں نے دستِ بستہ عرض کیا، میرے آقا! کیا حال ہے آپ کیوں گریاں ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ میں آج شب سویا تھا، صبح صادق کے وقت خواب دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور بہت سے اجنبی لوگ اس میں بھرے ہیں اور میرے سرکار! تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میری ہی جانب متوجہ ہوکر فرمارہے ہیں۔ تعال یا ولدی، لہذا اب میں بالکل نہیں ٹھہر سکتا۔ مجھے بھی مدینہ کو لے چلو، اس خواب کے بعد شیخ باوجودیکہ بیمار تھے لیکن از غیب سفر کی طاقت آگئی اور چوبیس ۲۴ ذی الحجہ کو مدینے کے لیے روانہ ہوگئے ۲۵ ر پچیس کو وادی فاطمہ اور ۲۶ ر چھبیس کو بیر عسفان اور ستائیس ۲۷ ر کو تتوک اور ۲۸ ر اٹھائیس کو قدیمہ اور ۲۹ ر انتیس کو یکشنبہ کے دن رابق میں ٹھہر کر کھانے کے بعد

نمازِ ظہر ادا کی، اِس کے بعد روانہ ہوئے، محرم الحرام ۱۲۰۹ھ کی چاند رات رضوان پہنچے، قافلے کے اندر رات ہی سے قے و دست شروع ہو گیا اور سینکڑوں حجاج اپنی جان جانِ آفریں پر تصدق کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پھر بیر رضوان سے ۲ محرم کی شب کو ربود باغ میں اُترے، یہاں سے بعد فراغ طعام کے روانہ ہو کر تیسری کو ریان میں پہنچے پھر وہاں سے چار کو بیر عظیم اور وہاں سے ۵ پانچ کو بیر ماشی میں نزول فرمایا، وہاں حضرت شیخ کو دو تین دست ہوئے اور کوئی چیز آپ نے تناول نہیں فرمایا، پھر وہاں سے چل کر عصر کے وقت ذو الحلیفہ میں پہنچے، وہاں بھی ایک دست ہوا، بعد قضائے حاجت کے آپ نے نماز ادا فرمائی اور اونٹ پر سوار ہو کر بوقت مغرب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اس دن باب شامی پر آپ کا قیام رہا، اس رات باران رحمت بھی زوروں پر تھی، پھر دوسرے روز ایک سرائے میں قیام پذیر ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادریؒ اور مرید عبد العزیز ابن حسین قادری سے فرمایا کہ ہمیں بسلامت روضۂ اطہر پر حاضری دینا ہے لیکن ان حضرات نے مصلحتاً حیلے نکالے کیوں کہ غسل آپ کے لئے مُضر تھا لہٰذا غسل نہیں کرایا گیا، بعدہٗ آپ نے ایک صاحب کو نیابتاً برائے صلوٰۃ و سلام روضۂ اطہر پر روانہ فرمایا۔ ۱۰ محرم دوشنبہ کے دن چار اسہال ہوئے جس سے اور زیادہ کمزوری پیدا ہو گئی، آپ کے صاحبزادے بہت زیادہ بیقرار ہو گئے اور رونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ گھبرانے کی بات نہیں، غور کرو، کہ میرے والد کی عمر شریف ۵ پانچ سال کی تھی اس وقت جد محترم رحلت فرما گئے اور تم تو ۲۲ بائیس سال کے ہو چکے ہو تم اپنی زندگی میں میرے طریقے کو پیش نظر رکھنا، کوئی حاجتمند آئے تو اس کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرو، مہمان نوازی میں کوتاہی نہ کرنا، غرضیکہ حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرنے کی پوری نصیحت فرمائی، چند مخصوصین کے نام بتا کر ان پر خاص شفقت کی نگاہ رکھنے کو فرمایا اور اپنے بارے میں فرمایا کہ میری قبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے

پاسنبتی بنانا اور علاوہ ازیں بہت سی نصیحتیں فرمائیں پھر آپ نے خلافت نامہ مولانا عبدالعزیز
ابن حسین صاحب تابؔ وری سے لکھوایا اور اپنی نظر سے دیکھ کر اس پر مہر ثبت فرمایا اور ایک
جبہ ودستار منگواکر خود اپنے ہاتھوں سے صاحبزادے کو مع خلافت نامہ عطا فرمایا۔ اس دوران
میں آپ سے بہت سے حضرات ملنے آئے، مخصوص الذکر میں ایک مولوی خورشید احمد نبیرۂ مجدد
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و مظہر علی صاحب جن کو آپ نے فصل الخطاب عنایت فرمایا، پنجشنبہ کے
دن ۱۱ محرم الحرام کو چار پانچ اسہال ہوئے جس سے بالکل طاقت جاتی رہی، حتّٰی کہ توانائی
نشست بھی نہ رہی اور درد شکم بھی بہت زیادہ رہا، اسی دن آپ سے حضرت مولٰنا ابو صالح
سید احمد قادریؒ کے داماد شاہ حسین جیلانی قادری جو آپ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے
تھے فرمایا اب میں واپس جا رہا ہوں تو شیخ نے فرمایا کہ میرا ایک اور کام ہے اسے کل انجام دیکر
تشریف لے جائیں، چنانچہ آپ کو بعد نماز ظہر تنفس کا دورہ شروع ہوگیا، مولانا عبدالعزیز
فرماتے ہیں کہ عندالتنفس آپ تکرار اللہ اللہ فرماتے رہے بعد عصر جب لوگ بارگاہ رسالت
میں برائے صلوٰۃ وسلام جا رہے تھے اس وقت آپ بہت زیادہ بیقرار ہوئے۔ مولٰنا
موصوف فرماتے ہیں کہ میں اس وقت موجود تھا، دیکھا کہ شیخ کے سر کو جنبش ہوئی، جس سے
قدرے تشویش ہوئی لیکن نزدیک بیٹھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ذکر میں مشغول ہونے کی وجہ سے
سر میں جنبش ہوتی ہے، اسی ذکر میں دیکھتے ہی دیکھتے آفتاب دکن ہمیشہ کیلئے نگاہوں سے اوجھل
ہوگیا، خدا کا محبوب دنیا والوں کو داغ مفارقت دیکر اپنے محبوب سے جا ملا، وہ آفتاب جس نے
۱۲۰۷ھ میں طلوع ہوکر اہل عالم کو زندگی دی، اہل عالم سے رخ موڑ کر فیض و کرم کی نورانی
کرنیں اپنے میں لیکر روپوش زیر زمین ہوگیا، وہ مرد مجاہد جو ہزاروں تکالیف برداشت کرکے
دنیا والوں کو درس انسانیت دے رہا تھا جس کی آواز نے کروڑوں مخلوق کو راہ حق دکھایا۔
ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی، فضا پر کوہ الم ٹوٹ پڑا اور کرشمہ قدرت دیکھئے کہ شیخ کے

انتقال کے بعد اُسی شب آپ کے بھانجے حضرت مولٰنا سید محمد قادری بھی اسہال ورقے میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون) جس شب شیخ کا انتقال ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم مدینہ کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا فرزند فلاں مقام پر ہے جاؤ اور اس کے تدفین کا انتظام کرو۔ آپ کے ساتھ جانے والوں کا بیان ہے کہ وہ حاکم نعش مبارک سے لپٹ لپٹ کر رو رہا تھا بعد میں لوگوں کے پوچھنے پر پورا خواب بیان کیا بالآخر جمعہ کے دن دونوں جنازے تجہیز وتکفین کے بعد مسجد نبویؐ میں لائے گئے اور وہیں نماز جنازہ ادا کی گئی، آپ کے جنازے میں ستر ہزار زائرین شریک تھے بعد نماز پھر جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پائینی حسب وصیت شیخ دونوں ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے، مختلف حضرات نے تاریخ رحلت کہی ہے۔ مولٰنا عبدالرحیم صاحب ضیا نے حسب ذیل تاریخ کہی ہے۔

ہم ظاہرا از قبۂ فرزند فاطمہ ! قرب جوار یافتہ ومحترم شدہ
از روئے ایں اشارہ ضیا سال آں نوشت مقبول بارگاہ شفیع الامم شدہ

صاحب مطلع النور تاریخ کے نکالنے کے تحت ایک واقعہ بھی تحریر فرماتے ہیں، کہ شیخ کے وصال کے بعد آپ کی وفات حسرت آیات کی تاریخ نکالنا چاہتا تھا، اسی فکر میں مجھے نیند آگئی۔ دیکھتا ہوں کہ ہر چہار طرف بالکل تاریکی چھائی ہوئی ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں نظر آتا۔ سوچتا ہوں کہ یا رب کہاں جاؤں اسی تحیر کے عالم میں ایک نور نظر آیا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آدھا چاند نکلا ہے

، قریب گیا تو معلوم ہوا کہ ایک عالی مرتبت بزرگ کے ریش سے یہ روشنی نکل رہی ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ خضر ہیں، صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ یہیں خضر اور آب حیات ہے، لہٰذا آب حیات کے لئے آپ سے سوال کروں، چناں چہ میں نے ان سے سوال کیا۔

کہ حضرت کیا یہی ظلمات ہے؟ جہاں حوض الحیات واقع ہے، فرمایا کہ یہ حوض الحیات نہیں ہے میں نے عرض کیا کہ یہ تاریکی کیسی ہے تو انہوں نے یہ جملہ جواب میں فرمایا کہ موت العلماء ظلمۃ اس جملہ کو سن کر پھر میں نے پوچھا کہ عالم سے مراد کون ہے تو جواب دیا کہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قطب ویلور اور فرمایا "بجھا ہے چراغ ہند" جب بیدار ہوا تو جملہ مذکور محفوظ تھا۔ مادۂ تاریخ نکالا تو صحیح نکل آیا۔

ملفوظات شریف

فرماتے ہیں کہ اُمراء کی صحبت بہت بُری ہے اس لئے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اغنیاء کی تواضع کرے گا اس کا ثلث دین ختم ہو جائے گا۔ نیز دوسری حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمام عالموں میں وہ بدترین عالم ہے جو امیروں کے پاس جا کر علم کو شکم کے بدلے فروخت کرتا ہے اس کے بعد شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک تونگر کے ساتھ اس کے ایمان لانے کی غرض سے تواضع سے پیش آئے تو اس کے کفالے میں ایک ہزار مرتبہ ختم قرآن شریف فرمایا۔

فرماتے ہیں کہ سالک کو یہ لازم ہے کہ عقائد اہل سنّت والجماعت کو متکلمین کی کتابیں دیکھکر اختیار کرلے اور اپنے عقائد درست رکھے اس کے بعد فرض و واجب سنّت و مستحب حلال و حرام، مکروہ و مشتبہ، فقہ کی معتبر کتابیں دیکھکر خوب تحقیق کر کے سمجھ لے، جب یہ دو علم اس کا مکمل ہو جائے تو پھر اس کیلئے کوئی خطرہ نہیں اور اس کو عالم قدس کی پرواز بآسانی ہوگی اور علم باطن کے حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔

ایکمرتبہ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جس شغل میں ہمیشہ رہیگا

اسی میں اسکی موت ہوگی اور اسی شغل میں وہ اٹھایا جائے گا. لہٰذا جس کو معیشت سے ہے معیشت میں جسکو تجارت سے تجارت میں نجار کو نجاری میں معمار کو معماری میں، زاہد کو زہد میں، عابد کو عبادت میں، صاحبدل کو شہود عشق میں اٹھایا جائے گا۔"

فرماتے ہیں کہ دنیا کی ظاہری آرائش اور زیب زینت دلفریب ضرور اور اسکی حلاوت میں لذت ضرور محسوس ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ سمّ قاتل ہے جو انسان کو حلاوت کی صورت میں تباہ کر رہی ہے، انسان کیلئے بہتر یہی ہے کہ اسکی سمّیت کو سمجھلے اور باز آجائے۔"

فرماتے ہیں۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ اور اصل ہے، لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے"

فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غربا اغنیاء سے پانچسو سال پیشتر جنت میں داخل ہونگے۔ جہاں تک حضرت سلیمان علیہ السلام تمام پیغمبروں کے بعد جنت میں جائیں گے اس لئے کہ حساب دینے میں پانچسو برس ہی گذر جائیں گے۔

فرماتے ہیں کہ جملہ امراض میں سے دولت بھی ایک مرض ہے۔

فرماتے ہیں۔ جس رات فقیروں کو فاقہ ہو وہ رات اس کیلئے شب معراج ہے کیوں کہ اس رات لذت عبادت بڑھ جاتی ہے۔"

فرماتے ہیں۔ ہر حال میں مخلوق خدا کی خدمت کرنا چاہیئے خلق کے آرام کو ترجیح دینا چاہیئے اس لئے کہ یہ عنداللہ نزدیکی کا سبب ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ النّاس عیال اللہ واحب النّاس الی اللہ من احسن الی عیالہ (یعنی لوگ اللہ کی عیال ہیں، اور اللہ کے نزدیک وہی محبوب ہے، جس نے اس کے عیال کے ساتھ احسان کیا۔)

فرماتے ہیں کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد کے کمال کی علامت یہ ہے کہ اس کا دشمن اس کے شر سے بے پرواہ ہو۔ یہ کوئی کمال نہیں ہے کہ تمہارا دوست تم سے بے

پرواہ ہو لہٰذا انسان کو ہر حال میں اپنے کو رحم وکرم اور خلق حسن سے متصف رہنا چاہیئے (یعنی عمل پیرا ہو) آپکے ارشادات ونصائح بہت زیادہ ہیں جس کو اگر جمع کیا جائے تو اچھی خاصی مستقل ایک کتاب ہو سکتی ہے۔ یہ مقام ان تمام کے لیے گنجائش نہیں رکھتا۔ لہٰذا استفادے کی غرض سے چند کلماتِ عالیہ درج کر دیئے گئے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے مستفید فرمائے۔ (آمین)

شمس العلماء حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری ویلوری رحمۃ اللہ علیہ

محی الدین رفت و رکن دین آمد ❊ گوہر چنان رفت و این چنین آمد

ولادت - حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری المعروف بہ رکن الدین ثانی کی ولادت باسعادت ۲۲ شوال المکرم ۱۲۶۹ ہجری میں ہوئی۔ آپ کے ولادت باسعادت کی بشارت چھیاسٹھ سال پیشتر آپ کے جدِ امجد حضرت قربؔی اور حضرت ذوقیؔ قدس سرہما نے دی جیساکہ خود حضرت قطبِ ویلور اپنے ایک مکتوب نواب صفدر جنگ کے نام اس کے جواب میں اس کا ذکر فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ جدّی و شیخی حضرت عبد اللطیف المعروف بہ محی الدین ذوقی پیش از ہشتاد و شش سال در مراقبات خود از پسر یکہ موصوف بہ علوِ مراتب و معمور ابود و مسمّٰی بہ سید محمد باشد بشارت دادہ اند و جدی و شیخی رکن الدین حضرت سید شاہ ابو الحسن قربی۔ بر آں مراقبہ تہنیت نوشتہ اند قدس اللہ روحہما و افاض علینا فتوحہما و ایضاً فقیر بشارت ہائے دیگر دارد کہ ترجمان آں وقت مساعدت و کاغذ کفایت نمی کند (مکتوبات لطیفی ص ۲۵۹) علاوہ ازیں جب آپ پہلی مرتبہ ۱۲۶۵ ہجری میں حج کو تشریف لے گئے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اولادِ صالح کی بشارت دی اور ایک خواب کی تعبیر میں شاہ اسحاق صاحب نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک فرزند نرینہ سے نوازے گا۔

تعلیم و تربیت - آپ کی پیشانی سے بچپنے سے عظمت و کمال کے آثار ہویدا تھے قدرت نے حقیقتاً صاحبِ کمال پیدا فرمایا تھا۔ آپ بہت ہی

ذکی و فہیم واقع ہوئے تھے، حضرت قطب ویلور نے اپنے خلیفہ و شاگرد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب قادری بنگلوری کو مدرسے میں آپ کی تعلیم کیلئے رکھا۔ چنانچہ حضرت نے مولانا موصوف سے علوم معقول و منقول کی تکمیل فرمائی اور اپنی خداداد صلاحیت سے بہت جلد تمام فنون پر عبور حاصل فرمایا۔ مزید آپ کے والد بزرگوار حضرت قطب ویلور کی تعلیم و تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ قطب وقت جیسے باپ نے اپنے کلوتے بیٹے کی خاص طور سے روحانی تربیت فرمائی جس کا نتیجہ تھا کہ جس طرح آپ کو علوم شرائع کے اندر درک و کمال حاصل تھا، اس طرح طریقت و حقیقت میں عرفان تام حاصل تھا۔

بیعت و خلافت

بعد تکمیل کے جب آپ ۴ شوال المکرم ۱۲۸۵ھ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ حج تشریف لے گئے تو وہیں مدینہ منورہ میں قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے مختلف ضربوں کی وصیت فرما کر دستار خلافت و اجازت ایکسو اکیانوے ۱۹۱ سلسلے کی جو اپنے آباء و اجداد سے حاصل کیا تھا، عطا فرما کر ایک نظر توجہ ڈالی اور گوہر نایاب جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آرہا تھا، آپ کے سینے میں ودیعت فرما دیا اس سفر حج میں آپ کے خلیفہ محمد عبد العزیز بن حسین صاحب بھی تھے، انہوں نے بھی اپنے رسالہ سفرنامۂ قطب ویلور میں بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے کہ حضرت راقم السطور سے فرمایا خلافت نامہ رقم کرو، پس حسب الارشاد مسودہ خلافت نامہ کا کر کے حضور مبارک نہاد میں گذرا۔ حضرت قدس سرہ نے اس کو من اولہ الی آخرہ نظر فیض منظر فرمایا اور ارشاد کیا کہ مبیضہ اس کا لکھو، پھر راقم نے تبیض کر کے حضور فیض گنجور میں پہنچایا پھر شیخ قدس سرہ نے بدستور اول ملاحظہ کیا اور دست خاص سے اس قرطاس مبیضہ پر دستخط کی، بعد اس کے ایک جبہ اور دستار سر پر ان کے پہنایا اور باندھکر فاتحہ قرأت کی، حج سے واپسی کے بعد ۳، جمادی الآخر بروز پنجشنبہ ۱۲۸۹ھ کو رسم سجادگی کو حسب روایت خاندانی ادا کی گئی

اور آپ اپنے سر پر اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے کمربستہ ہوگئے مولانا عبدالحی صاحب واعظ بنگلور نے مطلع النور میں بطور تہنیت ذکر فرمایا ہے ؎

اس سے سجادۂ مشیخت کو ∴ صدر ارشاد اور ہدایت کو ∴ چوں کہ مولانا نے آج زینت دی
روز افزوں کرے اسے یونہی ∴ ہو سزاوار اس کو یہ مکنت ∴ یہ فقیری کی عزت و حرمت
ہو مبارک اسے یہ درویشی ∴ ہو مبارک یہ خیر اندیشی ∴ ہو مبارک یہ شان آبائی
فقر کی یہ نشان آبائی ∴ یہ مشیخت کی مسند اطہر ∴ یہ طریقت کی خلعت انور
جلوہ گر ہووے اس سے لیل و نہار ∴ ہو مبارک اسے یہ سر و جار ∴ یہ خلافت کا خرقہ والا
ہو مبارک اسے یہ شان علا ∴ ہو مبارک یہ مسند آرائی ∴ ہو مبارک یہ جلوہ پیرائی
ہو یہ سجادگی اسے شایاں ∴ ہووے سجادہ اس سے عز و شاں ∴ ان کے والد کی جانشینی رب
یہ کرے سازوار ان کو رب ∴ اسی کو یہ مرتبہ مبارک باد ∴ بہ محمد و آلہ الامجاد

سلسلۂ رشد وہدایت اور تشکیل دار العلوم

مسند سجادگی پر جلوہ فگن ہونے کے بعد آپ نے پورے طور پر اپنے والد بزرگوار کے طریقے کو مد نظر رکھتے ہوئے سلسلۂ رشد و ہدایت جاری فرمایا، دل کے اندر اسلام کا بہت زیادہ درد تھا۔ ہر وقت خدمت دین کی لگن رہتی تھی خدمت اسلام میں اپنی ہستی فنا کر دینا عین کامیابی تصور فرماتے، خاص طور پر اسی وقت میں جبکہ مغربی تہذیب کا اثر ہندوستان کے لوگوں پر حد سے زیادہ پڑا اور لوگ فرنگیوں کی غلامی سے مجبور ہو کر ان کے اشاروں پر رقص کرتے نظر آنے لگے تو مختلف جگہوں میں مسلمانوں نے مذہبی اداروں کی بنیاد ڈالی اور ایسی طوفانی حالات میں بلائے ناگہانی کا مقابلہ کرنے تیار ہوگئے، اس سیلاب کا بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گدائے غیور کی جہاں بین نگاہیں جائزہ لے رہی تھیں، وقت کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے سینکڑوں برس پہلے اپنے آبا و اجداد کے قائم کردہ اس ادارہ کو جس کی گود

میں حضرت ذوقیؒ و باقر آگاہؒ، و مولانا عبدالحئیؒ و مولانا محمد حنیف قدس سرہم وغیرہ جیسی شخصیت عظمیٰ نے تربیت پاکر ایک عالم کو زندگی عطا کی تشکیل نو بخشی اور ایک بلند و مضبوط و حسین عمارت کی بنیاد ڈال کر تیار فرمائی (جو دارالعلوم لطیفیہ کے نام سے مشہور ہے بزمانہ) اور دور دور مقامات سے مشہور علماء کو بلا کر سلسلۂ درس و تدریس جاری فرمایا، چنانچہ اس وقت میں مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری رحمۃ اللہ علیہ اور پشاور کے مولانا نقی صاحب اور مولانا عبدالجمیل صاحب ہزاروی وغیرہم نے تشریف لاکر بہ حسن و خوبی فرائض تدریس انجام دئے، اسی دارالعلوم کا فیض ہے جو آج علاقۂ دکن کے اندر بے مثال علماء کی شخصتیں منظرِ عام پر آکر خدمتِ دین میں مصروف رہیں اور ہیں، آپ کی آخری وقت تک یہ ان تھک کوشش رہی کہ دارالعلوم زیادہ سے زیادہ ترقی کرے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں لڑکے فارغ التحصیل ہوکر نکلیں اور اسلام کو بلند کریں۔ چنانچہ خلوص سے بھری کوشش و جانبازی کا ثمرہ ہے جس کا دنیا آج مشاہدہ کر رہی ہے عہ اس کے چند دنوں بعد دارالعلوم کے بائیں پہلو میں سنہ ۱۲۹۱ھ میں ایک عالی شان مسجد تعمیر فرمائی جس کے محراب پر ایک کتبہ لگا ہوا ہے، جس سے معمار اور تاریخ تعمیر دونوں کا پتہ چلتا ہے ؎

رکنِ دیں مقتدائے اہلِ زمن — مسجدے چوں حرم بنا کردہ
بہرِ اعلام عابداں ہاتف — بانگِ قد قامت الصلوٰۃ زدہ

اوصافِ حسنہ و معمولات

(حلیہ) چہرے کا سانولا رنگ۔ وزن دار داڑھی بڑی اور گھنی، جسم لحیم و شحیم اور سینہ کشادہ، وسیع پیشانی ہر وقت معلوم ہوتا کہ مسکراہٹ لبوں پہ رقصاں ہے۔ آپ کے اندر بھی وہی تمام خصوصیتیں جلوہ گر تھیں جو قطبِ ویلور میں تھیں، عجز و انکساری کا وہی حال جو آپ کے والد بزرگوار میں بھی تھا، بہت ہی متین اور سنجیدہ واقع ہوئے تھے، عفت و مروت کے پیکر بہت ہی پُر وقار

عہ ۵۔ کہ دارالعلوم لطیفیہ گوہرِ نایاب پیدا گشتہ۔

اور حلیم شخصیت تھی، آپ کی حلمیت اور خلقِ عظیم کو دیکھ کر کوئی شخص آپ کی بارگاہ میں دوست و دشمن کی تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ کون کیا ہے، یہ نہیں کہ کسی کو دیکھ کر پیشانی پہ شکن آجائے اور کسی کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئیں، آنے والے مہمانوں کے ساتھ نہایت ہی حسنِ سلوک اور تواضع سے پیش آتے، اہل حوائج میں سے جو کوئی آپ کے پاس آیا، محروم نہ گیا، جس چیز کا ارادہ کیا اس نے اپنا حق پایا، علماء و فضلاءِ وقت بھی آپ کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے سبھوں کی خدمت حضرت قطب ویلوری کی طرح نذر و تحائف پیش فرمایا کرتے اور ہر ممکن ان کی قدر فرماتے، صبر و قرار کے پیکر خواہ مصائب و آلام کے پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں لیکن حالات کے موجوں میں بالکل چٹان کی طرح مستحکم رہتے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ پر سکرات کا عالم طاری تھا، اسی وقت میں مولوی نظام الدین صاحب فقیہہ مدراسی آپ سے ملنے تشریف لائے۔ آپ والدہ کے نزدیک تشریف فرما تھے۔ مولوی محمد قاسم صاحب آمبوری سے فرمایا کہ جاؤ بیٹھنے کہو، میں آرہا ہوں، مولوی قاسم صاحب ان کے پاس گئے اور بیٹھنے کہا، پھر آپ تبدیل لباس فرماکر باہر تشریف لائے، نہایت ہی اطمینان اور خندہ پیشانی سے موصوف سے ملے۔ فقیہہ صاحب نے بعد سلام کے والدہ ماجدہ کی خیریت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ سکرات کا عالم طاری ہو چکا ہے، اتنا سنتے ہی بحرِ تحیر میں ڈوب گئے۔ بیساختہ فقیہہ صاحب کی زبان سے نکلا یا شیخ انت جبال الحلم۔

آپ کے روزانہ معمولات میں سے یہ لازم وظیفہ تھا کہ بعد فراغ اوراد و ضروریہ و دیگر اہم امور کے انجام دینے کے بعد مطالعۂ کتب متداولہ میں مشغول ہوتے جتنا بھی وقت بچے رہتا اسی جانب صرف کرتے۔ چنانچہ صاحب مطلع انور فرماتے ہیں ؎

اس سے ظاہری فتوت ہے || اور وہی عفت و مروت ہے
اور وہی انکسار و حلم و وفا || اور وہی صبر و سکون و قرار

وہی اطعام و میزبانی ہے | وہی فضلاء کی قدردانی ہے
اور وہی شغلِ علم ہے بہ دوام | وہی اکثر مطالعہ ہے بہ دوام
ایں مراتب کہ دیدہ جزوی است | کارِ کلّی ہنوز در قدر است

آپ کو بہت سے اولیاء عظام سے لقاء حاصل ہے۔ چنانچہ الحمزیہ قطبِ ویلور کے وصال کے بعد جب آپ مدینے ہی میں تھے کہ ایک شب خواب دیکھا کہ ایک بزرگ سبز عمامہ باندھے بہت ہی وجیہہ و رعنا قد آور یہیں تشریف لائے اور اظہارِ غم فرماتے ہوئے آیتِ قرآنیہ کی چند آیتیں پڑھکر تعزیت ادا فرمائی۔ صبح کو جب بیدار ہوئے تو بعد نماز کے اہلِ قافلہ سے بیٹھے ہوئے اس خواب کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ اچانک وہی بزرگ جن کو خواب میں دیکھا تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، کہ دیکھو وہی بزرگ تشریف لا رہے ہیں۔ موصوف تشریف لائے اور آپ کے نزدیک بیٹھکر انہیں آیت قرآنیہ کی تلاوت فرماکر تعزیت ادا فرمائی کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، اسی طرح ایک بزرگ نے حضرت شاہ عبد الحمید رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ دو زانو بیٹھے ہوئے سر بے تابی سے نیچے اوپر کر رہے ہیں کہ الحمزیہ زبانِ اقدس سے بینائی کے کلمات نکلنے پر انہوں نے دریافت کیا یا حضرت! کیوں اس طرح سے پریشان ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ قطبِ ویلور کا مدینے میں انتقال ہو چکا ہے ان کی وجہ سے عالم میں بہت ہی زیادہ فیوض و برکات کا نزول ہوتا تھا۔ دو ماہ بعد ان کے فرزند مدینے سے آئیں گے، تم وہاں جاکر تعزیت ادائی کرو۔ چنانچہ جب حضرت رکن الدین سید شاہ محمد قادری قدس سرہ تشریف لائے تو وہ بزرگ آپ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لائے اور واقعۂ خواب کو بھی بیان فرمایا۔"

آپ کے اندر استغناء حد درجہ اپنے اسلاف ہی کی طرح تھا اس کا اندازہ واقعۂ ذیل سے لگائیے کہ جب دار العلوم لطیفیہ تشکیل نو پاکر تیار ہوا تو نظام حیدرآباد کو معلوم ہونے

پانچسو ۵۰۰ روپیے ماہوار علمی خدمات کیلئے پیش فرمایا لیکن آپ نے اس رقم کو شکریہ کے ساتھ واپس فرمادیا کہ فقیر کو اسکی ضرورت نہیں۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں خدمتِ علمیہ کی بنا پر دستار اور گورنر جنرل آف انڈیا کی جانب سے آپ کو شمس العلماء کا معزز خطاب عطا کیا گیا۔

کرامت

آپ کی ذاتِ اقدس سے بھی کرامتوں کا صدور ہوا۔ ایک واقعہ مطالعہ ناظرین کے لئے درج کیا جارہا ہے۔ ایک شخص جو بہت نحوست میں مشہورِ زمانہ ہوگیا تھا اور لوگوں نے اسے خصوصی لقب آتش قدم سے معروف کر رکھا تھا جس کی وجہ سے گذرتا لوگ اس سے کتراتے، بالآخر اس غریب کے لئے جب اپنی وسیع کائنات تنگ ہوگئی تو وہ اپنی زندگی سے بیزار ہوگیا اور خودکشی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ایک روز اس کا گذر مکان سے ہوا، حضرت کے مریدین دیکھکر گھبراگئے اور حضرت کو آتش قدم کے آنے کی اطلاع دی، اطلاع ہونے پر حضرت نے اس کو بلایا اور نزدیک بٹھاکر خیریت دریافت فرمائی، حضرت اس کی روداد غم سنکر بیتاب ہوگئے، اسے اپنے ساتھ بٹھاکر کھانا کھلایا اور فوراً اپنے ایک مرید کے نام جو آمبور کے رئیس تھے، ایک خط دیا، جس میں آپ نے شخص مذکور کو کمپنی میں رکھ لینے کو فرمایا۔ جب وہ رقعہ لیکر ان کے گھر پہنچا اور رئیس مذکور نے اس سفارش نامہ کو ملاحظہ کیا تو بہت پریشان ہوئے کہ پیر و مرشد نے اسے کہاں بھیجدیا، وہ مرید بغیر جواب دئے اندر چلے گئے۔ اتفاقاً ان کی بیوی کو دردِ زہ شروع ہوا اور اس قدر شدید ہوا کہ صورت نازک تر ہوگئی، رئیس موصوف کے دل میں معاً خیال پیدا ہوا کہ شاید پیرِ برحق کے عدولِ حکم کا نتیجہ ہے۔ فوراً باہر آئے دیکھا تو بیچارہ غریب جواب کے لئے سراپا منتظر ہے، مرید نے کہا کہ بھائی آج سے تم میرے نوکر ہوجاؤ اور میرے فرم میں کام کرو، کرشمۂ قدرت ملاحظہ فرمایئے کہ ادھر اس کو منظوری دی ادھر خوشخبری سننے میں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چاند سا لڑکا عطا کیا، اس کے بعد اللہ نے انہیں اپنی رحمتوں سے ایسا نوازا کہ آج تک وہ خوشحال ہیں۔

نکاح و اولاد آپ کا نکاح اپنے خاندان ہی میں حضرت سید شاہ حیدر ولی قادری کی ہمشیرہ بنت حضرت مولانا سید شاہ فضل اللہ صاحب قادری جو قطب ویلور کے حقیقی بھانجے تھے، سے ہوا جن سے دو اولاد ذکور حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف صاحب قادری عرف ملی حضرت جن کا ذکر آگے آرہا ہے اور دوسرے حضرت سید شاہ عبد اللطیف صاحب قادری عرف ملی حضرت جن کا ذکر آگے آرہا ہے اور دوسرے حضرت سید شاہ غوث صاحب قادری المعروف غوث پیر اور چھ اولاد اناث ہوئیں جن میں ایک ناکتخدا ہی تھیں کہ وصال ہو گیا اور باقی پانچ کے نکاح ہوئے اور ان کی اولادیں ہیں حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب قادری المعروف بہ غوث پیر صاحب کو ایک لڑکا اور دو لڑکیاں، جن میں بڑی صاحبزادی کو آپ نے اپنے بھائی حضرت کی کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری رضی اللہ عنہ سے منسوب فرمایا اور چھوٹی کو بھائی ہی کے تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا ابو الصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر قادری صاحب قبلہ المعروف بہ میراں پادشاہ صاحب سے منسوب فرمایا۔

انتقال وہ وقت آگیا جب اس عالم فرمان الٰہی کو لبیک کہنے کیلئے تیار ہوتے ہیں. خواہ بہ خوشی یا بالاکراہ لیکن آپ کی وہ ذات ہے جہاں موت وصال محبوب کے لئے خبر بن کر آیا کرتی ہے اور خدا کا محبوب اس پیغام کو مسکراتے ہوئے قبول کرتا ہے آپ بھی اسی طرح مسکراتے ہوئے عالمیان کی نگاہوں سے دیکھتے ہی دیکھتے اوجھل ہوگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) پھر آپ کے جسد اطہر کو اپنے ہی خاندانی گنبد میں سپرد خاک کیا گیا۔

تاریخ وصال ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ ہے۔

شمس العلماء حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری مکی قدس سرہ العزیز

ولادت

حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف صاحب قادری مکی قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ۲۶ ربیع الاول روز شنبہ بوقت چار بجے ۱۲۹۸ھ بمقام حضرت مکان ویلور میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل فرمایا، پھر دار العلوم لطیفیہ کے اندر تکمیل علوم شرعیہ کیلئے داخل کردئے گئے، اس وقت دار العلوم ہذا کے اندر بہت ہی قابل ترین شخصیتیں تعلیمی خدمات انجام دے رہی تھیں، جن کے سامنے بیٹھ کر آپ نے علوم شرعیہ کی تکمیل فرمائی، بعدہٗ خاندانی جو دھارا سینہ بسینہ منتقل ہوتے آرہے تھے، اپنے والد بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت کرکے حاصل کیا اور اپنے والد بزرگوار ہی سے جملہ سلاسل میں اجازت بیعت وخلافت بھی حاصل فرمایا۔

خدمات دار العلوم

جس وقت آپکے والد بزرگوار حضرت شمس العلماء رکن الدین سید شاہ محمد قادری قدس سرہ العزیز کا وصال پر ملال ہوا، اس وقت آپ کی عمر عزیز ستائیس سال کی تھی ۱۳۲۵ھ میں آپ سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ والد بزرگوار کے بعد تمام ذمہ داریاں آپکے سر آگئیں، ان ذمہ داریوں میں اہم ترین ذمہ داری دار العلوم کی تھی، آپ نے نہایت خوش اسلوبی و اطمینان سے دار العلوم ہذا کو آگے بڑھانے کی سعی بلیغ فرمائی اور بحمد اللہ دار العلوم روز افزوں ترقی پر گامزن رہا۔ آپکے دور نظامت میں ... اور

بدرجہا اہل ترین حضرات تدریس کے کام پر مامور تھے جنکی بے لوث خدمات کا نتیجہ تھا کہ آپکے وقت طلباء بھی اچھے قابل بن کر نکلے جو اب بھی اہل عالم کو مستفید فرما رہے ہیں۔ ایسے پُر آشوب دور میں جبکہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی آزمائش کا دور تھا، آپنے اپنے اجداد کے شان دار روایات کو محفوظ رکھتے ہوئے رہبر رشد و ہدایت بنکر عالم کے سامنے آئے، اور ہزاروں تشنگان علوم و معرفت کی تسکین خاطر فرمائی، آپکے وقت میں سینکڑوں طالبانِ حق نے بحر لطیف سے گوہر آبدار سے اپنے دامن کو بھر لیا۔ آج جو کچھ بھی جنوب میں علم دین کی روشنیاں ہیں، اسی دارالعلوم کے فیض و کرم کا نتیجہ ہے۔ آپ ان دینی خدمات کو دیکھکر نظام حیدرآباد نے آپ کی بارگاہ میں بھی ایک رقم دارالعلوم کے لئے پیش کیا، لیکن آپنے اسے شکریہ کے ساتھ واپس فرما دیا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ یہ دارالعلوم تو اللہ کے بھروسہ چلا رہا ہے۔ اس کے دین کی خدمت ہے یہی کا سہارا کافی ہے کسی چندے کی ضرورت نہیں۔ اسی وقت میں یعنی ۱۹۱۷ء میں آپ کو بھی گورنمنٹ ہند کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب پیش کیا گیا۔"

حلیہ و اوصاف

سانولا رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی، چہرہ پر گوشت بارعب تھا کہ کسی نے کبھی آپ سے آنکھ نہ ملایا۔ سینہ عریض، جسم جسیم، قد متوسط اور آواز بہت ہی وزن دار پر وقار تھی۔ بہت سنجیدہ متین اور حلیم الطبع تھے، وضعداری کا پاس بہت زیادہ تھا۔ اہلیت آباء و اجداد ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ طبیعت میں خلوص سے بے نیازی بہت زیادہ تھی لیکن خدمت خلق کا جذبہ بھی ویسے ہی بھرا ہوا تھا، جو جب کوئی سائل سامنے آگیا تو اس کے سوال کو پورا کیا۔ ہر حاجت مند کی حاجت روائی میں کوشاں رہے علماء و فضلاء کی خدمت بھی اسی طرح کرتے رہے جس طرح آپکے والد بزرگوار اور جد امجد حضرت قطب ویلور کا شیوہ رہا۔ آپ کی زندگی ہر ایک جلسے میں دسترخوان کشادہ

رہا اور وہی حالت اب بھی آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری رہتا لیکن طبیعت میں ذرا بھی
کبھی کبیدگی نہ پیدا ہوتی، ہمیشہ خندہ پیشانی سے رہے، دوست و دشمن سبھوں سے شاداں
و فرحاں ملتے رہے۔ تمام امور کے انجام دہی کے ساتھ ساتھ آپ کے یومیہ معمول خاص میں
بھی کبھی فرق نہ آیا اور برابر اپنے اوراد و مشاغل کو پورا کرتے رہے۔ ان سب کے وقت بچ رہتا
تو مطالعہ کتب میں صرف فرماتے، ہر شب بعد نماز عشاء یہ معمول رہا کہ جملہ امور سے فراغت
کے بعد دارالعلوم ہذا کے شمالی و مشرقی گوشے میں بیٹھ جاتے اور مختلف قسم کے لوگ آپ کے
پاس آجاتے اور پھر گھنٹے رات تک مختلف مسائل فقہ پر کبھی تاریخ و سیر پر گفتگو ہوتی رہتی
آپ کے رعب و دبدبہ کا اندازہ واقعہ ذیل سے لگائیے کہ کیسے کیسے لوگوں نے آپ کے سامنے
سر جھکا دیا۔ ۱۹۲۰ء میں جب لارڈ ولنگڈن گورنر آف مدراس جو بعد میں وائسرائے ہند ہوا، آپ
سے ملنے کی خواہش کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی جس وقت آنے کا وقت تھا اس کے انتظام
میں سر حبیب اللہ میونسپلٹی کے چیئرمین و شہر ویلور کے مقتدر لوگوں میں سے تھے، مصروف
تھے، جب مکان میں آئے تو صحن مسجد میں جو کمرہ ہے اس پر نظر پڑی، دیکھتے ہی حضرت
سے عرض کیا اس کمرہ کو منہدم کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ آپ نے جواب دیا اس کمرے کے اندر
حضرت قربی، قدقی، نحوی و نیز ہم جیسی متبرک ہستیوں نے چلہ کشی فرمائی ہے اور اسی میں
بیٹھ کر حضرت قدقی نے ایک شب میں گلستاں نقل فرمائی، یہ سن کر حبیب اللہ صاحب نے
معذرت چاہی اور کہا، اسی طرح آثار رہنے دیا جائے۔ بہرکیف کہنا یہ ہے کہ جب گورنر
مذکور آیا اور آپ سے ملنے باہر تشریف لائے تو بالمقابل چشم نے دیکھا کہ وہ دونوں شوہر و
بیوی لیڈی ٹوپ اتار کر گھٹنے ٹیک دیا اور آداب شاہی بجا لایا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ
اس وقت جبکہ فرنگیوں کی نگاہ میں مسلمانان ہند کا کیا وقار رہ گیا تھا اور کس قدر وہ انہیں
خوردبین نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں بھی اس قلندر زمانہ کی بارگاہ میں جھک جانا

پڑھا، سچ کہا سعدیؒ نے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

کشف و کرامت

آپ کی شخصیت مستجاب الدعوات تھی، جب کبھی آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور جو کچھ آپ کی زبانِ اقدس سے صادر ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے اُسے شرفِ قبولیت بخشا۔ اسی طرح آپ سے کرامتوں کا بھی صدور ہوا، ایک واقعہ ایک آپ کے کشف کے تحت پیش کیا جا رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک شخص سکندر خان نامی عثمانی ہند کے مشہور تاجروں سے تھا انہوں نے یہ عہد کیا کہ میں ایسے پیر کے ہاتھ پر بیعت کروں گا جو مجھے میرا نام لیکر پکارے اور شرط یہ کہ کبھی نہ دیکھا ہو، غرضیکہ شخص مذکور مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے جب مدراس آئے تو کسی نے کہا کہ ویلور کو چلے جائیے، جب وہ ویلور کو آئے تھے ۔۔۔ وہ عصر کا وقت تھا آپ صحنِ مسجد میں ٹہل رہے تھے کہ وہ داخلِ مکان ہوئے اور آپ کو سلام کیا، حضرت نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آیئے سکندر خان صاحب تشریف لایئے، کہئے کیسے ہیں، سکندر خان سنکر حیران و ششدر رہ گئے، فوراً توبہ کی اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

ایک اور واقعہ گرچہ آپ سے اس کا تعلق نہیں ہے لیکن چونکہ آپ کے وقت میں ہوا اس لئے بغرضِ استفادہ ناظرین پیش کر رہا ہوں جس سے تصرفاتِ اولیاء اللہ کا اچھی طرح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مولوی سکندر صاحب میسوری حضرت کے مکان سے اور مولوی محی الدین صاحب چیدہ سے تعارف کے بعد مسجد میں آپس میں گفتگو کرتے رہے، اسی اثناء میں ایک اجنبی چائے لئے ہوئے آیا۔ دونوں حضرات نے چائے پی، اس کے تھوڑی ہی دیر بعد دونوں کی حالت ابتر ہوگئی۔ مولوی چیدہ صاحب تو گھر چلے گئے اور یہ مسجد ہی میں رہے۔ موصوف بیقراری کے عالم میں رات کو بار بار حوض کے پاس جاتے اور چاہتے کہ اس میں کود جائیں لیکن فوراً

وہ بزرگ گنبد سے باہر تشریف لاتے اور آپ کو پکڑ کر مسجد میں لٹا دیتے تھے، بارہا ایسا ہی ہوا، بالآخر جب ہوش ہوا اور صبح بھی ہوئی تو آپ نے دورانِ تقریر میں اس واقعہ کو بیان فرمایا اور کہا کہ اگر یہ بزرگ نہ ہوتے تو میں یقیناً نہیں بچتا۔"

نکاح و اولاد

آپ کا نکاح خاندان ہی میں خالہ زاد بہن سے ہوا جن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں (ان چاروں صاحبزادوں کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے) ان دو لڑکیوں میں سے ایک سیّد شاہ احمد قادری المشہور بہ سرکار ابن حضرت مولانا سیّد شاہ مصطفٰے قادری قدس سرہ العزیز جاگیردار عرس ورنگل حیدرآباد سے منسوب فرمایا اور دوسری صاحبزادی کو اپنے بھائی حضرت غوث پیر صاحب قادری قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت سیّد محمد قادری المعروف مرشد پاشا قدس سرہ سے منسوب فرمایا۔

سفر حج و انتقال پُرملال

۱۲۳۲ھ میں ایک شب آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت قطب ویلور اور آپ کے والد بزرگوار یہ فرما رہے ہیں کہ زیارت حرمین شریفین کو آجاؤ، پہلے روز آپ نے خواب سمجھ کر توجہ نہ کی، دوسری شب بھی اسی طرح دیکھا، پھر تیسری شب بھی اسی طرح دیکھا کہ قطب ویلور فرما رہے ہیں آجاؤ، میں مکہ معظمہ میں انتظار کر رہا ہوں، صبح کو آپ نے یہ خواب اپنی والدہ ماجدہ سے بیان فرمایا تو وہ آبدیدہ ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ جو خواب آپ نے دیکھا اس کی حالت یہی ہے کہ صبح ہوتے ہی اس کی تعبیر پوری ہوگئی۔ بالآخر حسب بشارت آپ نے حج کی تیاری شروع کر دی اپنے صاحبزادوں اور دیگر افراد خاندان کو مختلف قسم کی نصیحتیں فرمائیں اور حقوق اللہ، حقوق العباد کی ادائیگی کی بہت زیادہ تاکید فرمائی، اس وقت میں آپ نے فرمایا کہ مکان کی ذمہ داریوں کو نبھانے اور آپ کی خدمت کے لئے [illegible] بالکل چھوڑ چکے ہیں

آپ کے ساتھ حج میں دیگر مختلف حضرات کے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالفتح سلطان ثانی محی الدین سید شاہ عبدالغفار قادری ویلوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اس وقت موصوف کی عمر چودہ سال کی تھی، یہاں سے نکل کر مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے بمبئی پہنچے، وہاں سکندر نامی شخص مذکور جو آپ کے مرید تھے، نہایت شان دار استقبال کیا اور خاطر مدارات فرمائی، روانگی کے دن ہزاروں بمبئی کے عوام آپ کے جلو میں تھے۔ آپ لوگوں کی جانب دو امی نگاہ ڈالتے ہوئے جہاز پر سوار ہو گئے، سفر طے کرنے کے بعد مکہ معظمہ پہنچے تو حاکم جو غالباً شریف مکہ کہلاتے تھے، انہوں نے اپنے یہاں مہمان اتارا اور بہت ہی باوقار طریقے سے رکھا۔ اسی دوران قیام میں آپ ایک روز جنت المعلیٰ فاتحہ پڑھنے تشریف لے گئے، وہیں ایک جگہ کھڑے ہوئے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ لوگ پریشان ہیں کہ آخر کیا راز ہے؟ نہ سمجھنے پر خاموش ہیں۔ حج کا وقت آیا ارکان حج پوری طرح ادا کرنے کے دو تین دن بعد آپ کو ہلکا سا بخار آیا۔ دوسرے روز بھی اسی طرح بخار رہا۔ تیسرے دن سرائے فانی کو خیرباد کہنے سے پیشتر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادہ کو بلا کر بہت زیادہ نصیحتیں فرمائیں، پھر مولانا عبدالباسط صاحب جو آپ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے تھے بلا کر ان سے سندِ خلافت لکھوائی اور پھر پڑھ کر اس پر اپنی مہر ثبت کی اور حرم کے اندر صاحبزادے کو داخلِ سلسلہ فرما کر خرقہ خلافت پہنایا اور مکتوب سند عطا کی اور اس کے چند گھنٹوں بعد ۱۹ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۳۸ھ کو عالم فانی پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

دوسرے روز تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا، ہزاروں خلق خدا آپ کے جنازہ میں شریک رہی، ہر ایک کے اوپر ایک عجیب حال طاری تھا۔ ہر ایک کی آنکھ اشکبار تھی، نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد آپ کو جنت المعلیٰ میں اسی مقام پر

دفن کیا گیا، جہاں آپ کھڑے ہوکر روئے تھے، اس وقت لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ رونے کا سبب کیا تھا؟ "

حضرت ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر ثالث قادری قدس سرہ العزیز

ولادت حضرت مولانا مولوی الحاج الحافظ ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری نقوی رحمۃ اللہ علیہ ۴ ربیع الاوّل ۱۳۲۴ھ بہ شب یکشنبہ حضرت مکان ہی میں پیدا ہوئے۔

حلیہ شریف آپکا رنگ گندم گوں، قد میانہ، قوی الجثہ، سینہ وسیع، پیشانی کشادہ، ابرو پیوستہ، لب شگفتہ، رخسار پر گوشت نورانی، ریش مبارک عریض و گھنی، آواز پُر اعجاز، سماعت دور و نزدیک یکساں تھی"

تعلیم و تربیت ابتدائی تعلیم آپ کی، مکان ہی میں ہوئی۔ پورے طور پر ذی ہوش ہونے کے بعد دارالعلوم لطیفیہ میں بٹھایا گیا۔ اس وقت دارالعلوم لطیفیہ کے اندر بہت ہی قابل صاحب علم حضرات تدریس کا کام انجام دے رہے تھے، ان حضرات کی خدمت میں رہ کر آپنے تعلیم حاصل کی، اسی دوران میں آپنے حفظ قرآن بھی تین حصے فرمایا راویوں کا بیان ہے کہ آپ کا علمی وقار بہت ہی بلند تھا اور مسائل شرعیہ بہت زیادہ عبور حاصل تھا"

سفر حج اور بیعت خلافت آپ ۱۹۳۰ء میں اپنے والد بزرگوار شمس العلماء حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری کے ہمراہ زیارت حرمین الشریفین کو تشریف لے گئے، بعد ادائے

مناسک حج آپ کے والد ماجد جو اپنے قدامت کل طبی پر تشریف لے گئے تھے، وہاں پہلے بہت سے مریدین و معتقدین کے علاوہ بہت مشائخ کے سامنے کعبۃ اللہ میں آپ کو بیعت و خلافت سے نوازا، خرقۂ خلافت و سند عطا کرتے وقت درج ذیل حضرات موجود تھے۔ حضرت مولانا شاہ مصطفٰے صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری جاگیر دار عرس وندگل اور حضرت مولانا مولوی شاہ حسین قادری ویلوری رحمۃ اللہ علیہ حجاز کی مقدس سرزمین سے اس حال میں واپس ہو گئے کہ والد بزرگوار کا ظاہری سایہ آپ کے سر سے اٹھ چکا تھا شفیق باپ ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے چکے تھے وہاں سے آپ بار غم اور بار امانت کے ساتھ تشریف لائے، اس وقت آپ کی سن مبارک چودہ سال کی تھی، جب آپ حج کو جا رہے تھے تو بالکل داڑھی نہ تھی، لیکن واپس ہوئے، تو رخسار ریش سے منور تھا۔

جلسۂ سجادہ نشینی

۱۳۳۵ھ میں دارالعلوم لطیفیہ کا عالیشان عظیم الشان جلسہ سجادہ نشینی کی تقریب منعقد کی گئی جس میں دور دور کے بہت سے علمائے کرام اور جمیع سلاسل کے مشائخ و صوفیائے عظام نے شرکت فرمائی اور بصد شان قلندری رسم سجادگی ادا کی گئی۔ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں طالبان حق نے بیعت کی اور اپنے گوہر مراد کو پایا جو آپ کی ذات والا صفات کو نہ پہچان کر بیعت نہ کر سکے آج وہ سر پیٹ رہے ہیں کہ ہم نے سب سے بڑی دولت کو ہاتھ سے ضائع کر دیا۔ قدر نعمت بعد زوال۔

خدمت دین کا جذبہ

آپ کے اندر جس طرح اپنے شیوا اپنی زندگی کو اصول شریعت عزا اسلامیہ کے سانچے میں پورے طور پر کوشش رہی، اسی طرح خدمت اسلام کا بھی جذبہ رہا اور بہت زیادہ یہ تمنا تھی کہ جس طرح لوگ اپنی دنیا سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح اپنا دین، اپنی آخرت بھی زیادہ

سے زیادہ سنوارنے کی کوشش کریں، چنانچہ خدمتِ دین کا سب سے بڑا وہ ادارہ جس کو آپ کے آباء و اجداد نے سینکڑوں برس پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسبِ بشارت قائم کیا، جس کی گود میں ہزاروں نوجوانانِ اسلام نے پرورش پائی اور یہاں سے نکل کر خدمتِ اسلام کیا اور بارگاہِ ربوبیت میں اسکی مقبولیت کے امیدوار ہوئے، جہاں سے سینکڑوں سالکینِ وقت نے موصل الی الحق ہو کر اہلِ عالم کو مستفیض فرمایا، وہی گہوارہ جس کو دارالعلوم لطیفیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بعد سجادگی کے دارالعلوم کی پوری ذمہ داری اپنے سر لی، اور اسے ترقی دینے کی کوشش فرماتے رہے اب بحمد اللہ تعالیٰ دارالعلوم ہذا پھر اپنی شوکتِ رفتہ کی جانب عود کر رہا ہے اور اپنی قدیم روایات کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہا ہے حضرت مرحوم کی تا زیست یہی کوشش رہی کہ دارالعلوم زیادہ سے زیادہ مدارجِ ترقی طے کرتا رہے"

وفاتِ حسرت آیات

آپکے مصروفیات کی کثرت اور وقت کی قلت کے باوجود یہ عالم تھا، لوگ متحیر تھے کہ کیسے کام دیتے ہیں کثیر تعداد میں ملنے والے آتے، مختلف قسم کے حاجتمندوں کا ہجوم لگا رہتا، ہر ایک کی آپ مطمئن اور خاطر خواہ حسبِ عقدہ کشائی و حاجت روائی فرماتے، مہمانوں کا ہمہ وقت سلسلہ رہتا لیکن حسنِ انتظام یہ ملاحظہ فرمایئے کہ کبھی کسی کو کسی چیز کا شکوہ نہ رہا، رات کو جملہ امور سے فراغت کے بعد تھوڑا سا تناول فرماتے، پھر گئے رات تک مصروفِ عبادات و ریاضات رہتے، شب بیداری کے معمول پر رہتے، صبح کو بعد نمازِ فجر ہمیشہ دیر تک تلاوت فرماتے اور اس کے تفاسیر کا بھی مطالعہ فرماتے، آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنِ عظیم کے اندر خالقِ کائنات نے وہ سب کچھ ودیعت فرما دیا ہے جو ایک انسان کو دارین کے حصول کامیابی میں ضرورت ہو سکتی ہے قرآن کریم ایک ایسا بحرِ ناپیدا کنار ہے جس میں جملہ حقائق کے گوہرِ نایاب بھر دئے گئے

ہیں جس نے غنی و بحر غواصی کی، انہی ہی دُرِّ گراں مایہ سے اپنے دامن کو پُر کیا، بعد از اں تلاوتِ قرآن و اوراد و وظائف کے ناشتہ تناول فرما کر خانقاہ میں تشریف فرما ہوتے اور مریدین و معتقدین کو ان کی حسب استعداد تعلیم و تلقین فرماتے اور جب ان امور سے فراغت ہو رہتا تو کتب سیر و تواریخ کا مطالعہ فرماتے، پھر بعد نماز ظہر سے لیکر عصر تک دیگر ملنے والے حضرات کی ضرورتوں کو پورا فرماتے۔"

اوصاف کریمانہ

آپ بچپنے ہی سے بہت زیادہ خلیق واقع ہوئے تھے، اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہر ایک کی حاجت روائی فرماتے کوئی آپ کے در سے محروم واپس نہیں ہوا، فقراء و مساکین کے ساتھ صد درجہ حُسن سلوک سے پیش آتے، بزرگوں کی عزت کا لحاظ اور چھوٹوں پر ہمیشہ شفقت کی نظر رہتی، ہم نشینوں احبابوں کا خاص خیال رہتا جو کوئی بھی آتا بعد سلام و مصافحہ کے مزاج پرسی اور اہل و عیال کی خیریت دریافت فرماتے، حسن خلقی آپ کے اندر کیفیت راسخہ بن چکی تھی، جس حال میں بھی رہتے، اسی کریمانہ اخلاق سے پیش آتے، یہی وجہ تھی کہ آپ کو مقبولیت عامہ اور ہر دلعزیزی بہت زیادہ حاصل تھی، بلا تفریق قوم و ملت ہر فرد آپ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کو تیار رہتا، ہر ایک آپ کی بارگاہ میں آتا۔ اور حسب استعداد اکتساب فیض کر کے جاتا ہر وقت مستفیدین کے آنے کا سلسلہ جاری رہتا، کامل الحیاء کم سخن کسی نے کوئی سوال کیا اس کا مختصر و جامع الفاظ میں جواب دیا، خیر الکلام قل و دل پر ہمیشہ عمل رہا، راویوں کا کہنا ہے کہ جو کوئی آپ کے پاس مسئلہ شرعی یا تصوف یا تاریخی لیکر آیا، اس نے اُسی وقت مکمل طور پر جواب پایا کہ دوبارہ پوچھنے کی نوبت نہ رہ جاتی۔ آپ پر رب کا یہ خاص فضل تھا کہ آپ کو اللہ نے شروع ہی سے مستجاب الدعوات بنایا تھا، بہت دور دور سے اکثر لوگ صرف اس لئے آتے تاکہ آپ سے دعا کرائیں جس نے عرضی پیش کی، اس کے

مقاصدِ حسنہ کیلئے آپ نے اسی وقت دعا فرمائی اور فضلِ ربّ سے اس کا کام حل ہوجاتا۔ بے نیازی کا یہ عالم کہ کبھی آپ نے کسی امیر کی محفل میں شرکت پسند نہ فرمایا۔ معتقدین و مریدین کے حد درجہ اصرار پہ کبھی تھوڑی دیر کیلئے جاکر اس کی تمنا پوری فرماکر واپس ہوجاتے۔ خود تکلیف اٹھاکر دوسروں کو آرام پہنچانا آپ کا شیوہ تھا اور اب بھی موجودہ بزرگوں کی یہی حالت ہے کہ دوسروں کو ہر ممکن آرام پہنچانے کی کوشش فرماتے ہیں، عفو و درگذر آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے کبھی اپنی ذات سے متعلق کسی سے بدلہ نہ لیا ہمیشہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس پر پوری طرح کاربند رہے حتیٰ کہ بڑے سے بڑا آپ کا معاند و مخالف آپ کے پاس جب کبھی کسی ضرورت کے تحت آیا، آپ نے اس سے اس طرح انشراح و بشاشت سے تکلّم فرمایا جیسے کبھی آپ کے ساتھ اس نے بدسلوکی نہ کیا ہو اور اسی طرح حاجت برآری بھی فرمائی۔

جو کوئی آپ کے پاس آتا، آپ کے شفقت و حسنِ خلقی کی وجہ سے یہی سمجھتا کہ اعلحضرت مجھ ہی پر سب سے زیادہ مہربان ہیں، اتنی نرم دلی کے ساتھ ساتھ آپ کے چہرۂ انور سے رعبِ جلال اس قدر نمایاں تھا کہ بڑے سے بڑا صاحبِ سطوت و جبروت انسان جب بھی آپ کے سامنے آیا، چہرہ دیکھتے ہی فوراً جھک گیا اور کبھی آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوئی۔ سنگدل تر انسان دیکھکر موم ہوگیا۔ آپ کی ذات متبرک والا صفات اس زمانے میں آپ اپنی مثال تھی "جس طرح آپ ہر طبقۂ خیال کے لوگوں میں مقبول تھے، اسی طرح جنوں کو بھی آپ سے بہت زیادہ محبت تھی، چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔ آپ گرمی کے دنوں میں اکثر دارالعلوم لطیفیہ کے شمالی گوشے میں جو خانقاہ کے مقابل ہے، شب میں استراحت فرمایا کرتے، ایک مرتبہ ایک شب چند جنوں کا اس طرف سے گذر ہوا، آپ سو رہے تھے لیکن گرمی کی شدت سے بار بار کروٹ بدلتے رہے۔ یہ دیکھکر جنوں میں سے کسی نے پنکھا جھلنا، کسی نے پاؤں دبانا شروع کیا۔ خادم بے خبر سو رہا تھا، آپ کو حیرت ہوئی کہ ایک آدمی بیک وقت یہ دونوں کام

کیسے ہو سکتا ہے، آپ نے خادم کو آواز دی مگر آواز نہ آئی، اتنے میں جنوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ ہم سبھوں کو ادھر کا رخ کئے ہوئے کافی عرصہ گذر چکا ہے۔ بہت دنوں کے بعد آج ہمیں بزرگوں کی خدمت کرنے کا موقعہ ملا ہے، یہاں کے بزرگوں کا اور دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ یہ وہی اجنہ تھے جو حضرت ذوقی اور حضرت محوی قدس اللہ اسرارھما کی خدمت میں تحصیل علم کرتے تھے۔

آپ کے متعلق سالکینِ وقت کا خیال

آپ کی ذات گرامی کے متعلق اہل نظر اور سالکین وقت کی آرائیں مختلف ہیں کہ آپ صاحب ولایت تھے۔ نبیرۂ قادری میراں ابو صالح سید احمد الجیلانی قادری ورنگلی فرماتے تھے اور فرماتے ہیں کہ آپ ولی کامل تھے اور قدرت نے آپ کو بہت بلند مقام ولایت عطا فرمایا تھا۔ الغرض بیرہ صاحب موصوف نے آپ ہی کی زندگی میں وجد میں آکر فرمایا کہ اگر کسی قطب وقت کو دیکھنا چاہتے ہو تو آپ کو دیکھو ہمارے اور اہل عالم کے درمیان۔۔ مرتبۂ قطبیت پر فائز ہے اور اس مکان میں آیت من آیات اللہ کی سراپا تفسیر اور اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء کی مثال ہیں، آپ کی شخصیت عظمیٰ کا اندازہ واقعہ ذیل سے لگا سکتے ہیں کہ آپ کیا تھے، وہ یہ ہے کہ جناب غلام محی الدین صاحب مرحوم چودھری پیٹھ کے سیٹھ دار تھے، ان کو ایک ایسے پیر کی تلاش تھی، جو صاحب ولایت ہو، دن رات یہی جذبہ موجزن تھا کہ کوئی مرد با خدا مل جائے تاکہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی عاقبت سنوار لوں، چنانچہ وہ بیتر ہے پیرالتے شاہ گنج سوائی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پہ حاضری دی اور عرض کیا۔ یا شیخ! مجھے شیخ کامل دکھا دیجئے۔ صاحب مزار نے ان کو خواب میں حلیۂ مرشد اور حضرت مکان دکھا دیا اور فرمایا کہ یہ تیرا شیخ

میرا اسم نام ہے، میں بھی عبدالقادر ہوں اور یہ بھی ہیں اور قادریت میں پختہ ہیں اور قطب وقت ہیں۔ موصوف اشارۂ غیبی پاتے ہی فرماں و خنداں صاحب مکان حضرت قطب ویلور کی بارگاہ پُرانوار میں نیاز مندانہ حاضر ہوئے اور گنبد میں تھوڑی دیر مراقب ہونے کے بعد اعلیحضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کی زیارت کے سراپا منتظر ہو رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اعلیحضرت خانقاہ سے نکلے، موصوف نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور بعد ملاقات دھرم پُور واپس جا کر مع اہل و عیال حاضر بارگاہ پُرانور ہوئے اور اس مرد باخدا کے دست حق پر بیعت کر لی، علاوہ ازیں اور بہت سے شواہد آپ کی ذات گرامی کے تحت ہیں۔

نکاح: آپ کا نکاح حضرت سید شاہ غوث پیر صاحب قادری قدس سرہ کی بڑی صاحبزادی سے ۲۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۵۳ھ میں منعقد ہوا۔

انتقال پُر ملال: آپ کے انتقال کے چند دنوں پہلے آپ کے درمیانی بھائی حضرت ابو صالح عماد الدین سید شاہ ناصر قادری نے خواب دیکھا کہ گنبد کے اندر مشرقی کونے میں ایک قبر کھودی جا رہی ہے اور اندر باہر بہت سے بزرگانِ دین کھڑے ہوئے، ان بزرگوں میں حضرت شاہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، آپ نے شیخ مذکور سے دریافت فرمایا کہ یہ قبر کس کیلئے کھودی جا رہی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک قطب وقت دنیا سے اٹھنے والا ہے، خواب سے بیدار ہوتے ہی آپ کے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی کہ یوماً فیوماً الجھن بڑھتی گئی۔ آخر اس خواب تعبیر کی حقیقت اس وقت کھلی، جب اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ مختصر سی علالت کے تحت برائے علاج شفا کے لئے ہسپتال کے مشہور معالج کے زیر نگرانی ہسپتال میں داخل کیا گیا لیکن مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی باوجود اس کے ڈاکٹر آپ کے اطمینان کو دیکھ کر متحیر و ششدر رہ گئے، جیسے جیسے وقت قریب آتا گیا۔ آپ سے نادر الوجود و فضائل کا ظہور ہوتا رہا، ایک مرتبہ جب آپ کی عمر شریف

صاحبہ آپ کو دیکھنے گئیں تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ابھی جو کچھ ہم سے لینا ہے لے لو، آٹھویں روز پھر رونا ہے، جب چار تاریخ گذر کر بارہ کا دن آیا تو اس روز عجیب منظر تھا، فضا بالکل ساکت تھی، ہر طرف ہُو کا عالم تھا، معلوم ہو رہا تھا کہ کائنات پر ایک لرزہ طاری تھا ہے ؎ نکلا سورج پھر تھر تھراتا ہوا :: منظر غم میں تلملاتا ہوا۔ اہل عالم اس خدا کے محبوب کی جدائی میں دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، کیوں نہ ہو گلشن دہر سے اجل نے ایسے پھول کو منتخب کیا، جس کے فیض کرم سے ساری کائنات مہک رہی تھی، نزع کا وقت تھا۔ آپ نے از خود ہاتھ پاؤں سیدھا فرما کر ذکر شروع فرما دیا اس وقت آپ کی صورت قابل دید تھی چہرۂ انور معلوم ہوتا تھا کہ ماہ کامل اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ دمک رہا ہے۔ چہرہ اتنا بشاش کہ جیسے کسی گوہر نایاب کے پانے میں ہو، حضار رو رہے ہیں اور آپ دعائیں مانگتے رہے ؎

قسمت نگر کہ کشتۂ عشق یافت :: مرگے کہ زاہداں بہ آرزو کنند

بالکل یہی حال آپ کا تھا، بالآخر وہ طائر لاہوتی سبحن عالم سے یہ کہتے ہوئے پرواز کر گئی کہ ؎ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی

کہ محبوب سے ملنے کی گھڑی ہے آج کی رات۔

تمام خلق میں برہمی تھی، جس کو جتنا آپ سے تعلق تھا وہ اسی طرح تڑپ رہا تھا، ہر طرف قیامت بپا تھی اس لئے کہ نقطۂ فیض نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے سارے عالم کی موت تھی "موت العالِم موت العالَم" ؎

آج یوم نشور ہے کیا ہے :: شور ہے یہ کہ صور ہے کیا ہے :: زیر و بالا زمانہ ہوتا ہے
مر گیا قطب چرخ روتا ہے :: پنجہ یہ جیب چاک دامن ہے :: حسرت درد و لب گزیدن ہے
دائرہ ہر کا جو پُر غم ہے :: ایک قطب زماں کا ماتم ہے۔

آپ سے چھوٹے بھائی حضرت مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی، ہزاروں کی تعداد میں لوگ نماز جنازہ میں شریک رہے۔ مغرب سے پہلے آپ کو خاندانی گنبد میں حضرت ذوقی قدس سرہ العزیز کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تاریخ رحلت

حضرت ابوالفتح سلطان محی الدین عبد قادر قدوۂ اہل صفا
کرد رحلت آہ تاریخ وصال گفت شاکر غاب قطب الکبریا

(۱۳۰۸ھ)

حضرت ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری سجادہ نشین خانقاہ اقطاب ویلور قدس اللہ اسرارہم

ولادت باسعادت

حضرت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ حضرت مولانا سید شاہ عبد اللطیف بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی آٹھویں پشت میں ہیں، آپکے والد بزرگوار کا اسم گرامی شمس العلماء محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری تھی ہے۔ آپکے والد بزرگوار نے آپ کی ولادت سے چند دنوں پیشتر ایک شب یہ خواب دیکھا کہ ہر شجر و حجر اور ہر در و دیوار پر ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر لکھا ہوا ہے، خواب مذکورہ سے آپنے سمجھا کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے، چنانچہ ۱۳۲۲ھ میں ۲۷ محرم الحرام بہ وقت طلوع سحر روز چہارشنبہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپکے والد بزرگوار نے حسب بشارت وہی نام یعنی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر رکھا۔

تعلیم و تربیت

آپ بچپن سے بہت ذہین واقع ہوئے ہیں، آپ کو دار العلوم لطیفیہ مکان قطب ویلور کے اساتذہ روزگار کے سپرد کر دیا گیا، جہاں آپنے بہت ہی ذوق و شوق سے حصول علم فرمایا، اسی زمانہ میں آپ نے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اشارے پر حفظ قرآن بھی شروع فرمایا تھا، بعد تکمیل علوم کے آپ اپنے مرشد برحق حضرت سلطان محی الدین سید شاہ شاہ عبد القادر قادری لطیفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگے، جہاں آپ کی تربیت روحانی کامل طور پر کی گئی اور علم تصوف میں اپنے مرشد برحق سے بہت کچھ درک پیدا کیا، جس کی روشنی میں آپ کتب تصوف کے مطالعے فرماتے

رہے اور اب بھی ضروریات سے فراغت کے بعد یہی مشغلہ رہتا ہے۔

بیعت وخلافت

بیعت ہونے سے چند دنوں پیشتر آپ خانقاہ کے اندر تشریف فرما تھے، عصر کا وقت تھا کہ اچانک خانقاہ کے اندر آپ کو ایک شبیہ نظر آئی، جس کو آپ صحیح طور سے نہ سمجھ سکے اور انہوں نے آپ کو بیعت فرمادیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ شبیہ نگاہوں سے اوجھل ہوئی تو آپ نے اس کا تذکرہ اپنے بزرگ برادر و مرشدِ برحق حضرت سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری سے فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا انتظام کر دو تاکہ میں تینوں بھائیوں کو اجازت بیعت وخلافت عطا کروں، چنانچہ انتظام کیا گیا جس میں دکن کے مشہور علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی، انہیں حضرات کے سامنے آپ کو بیعت فرمایا اور سندِ خلافت عطا فرمائی، نیز اپنے اور دونوں بھائیوں کو بیعت فرمایا اور سندِ خلافت وخرقہ عطا فرمایا۔

اوصاف وحلیہ

آپ کا رنگ گندمی مائل، قد متوسط، قوی الجثہ، داڑھی گھنی اور سینہ چوڑا، پیشانی کشادہ، ذی وقار، ہنس مکھ، جس طرح آپ بچپن سے ذہین ہیں، آج بھی اسی طرح باوقار، سلیقہ مندی، جہاں بینی و تدبر بھی آپ کے اندر بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے، آپ کا وہی طریقہ ہے جو آپ کے اسلاف کرام کا رہا۔ غرباء پروری، مہمان نوازی، حسنِ خلقی اور حرصِ دنیا سے بالکل پاک، اہلِ دول سے بے نیازی، متوکل علی اللہ قانع واقع ہوئے، اب بھی دیکھنے والوں کی نگاہیں ملاحظہ کر رہی ہیں کہ آنے والے مہمانوں کے ساتھ وہی رواداری ہے، جو آپ کے بزرگوں میں تھی۔ حسن خلقی کا اندازہ واقعہ ذیل سے لگایئے کہ ایک مرتبہ رمضان شریف میں ایک شخص، جو آپ کی سخت مخالفت کرنے والا تھا، جب کسی ضرورت کے تحت آپ کے پاس آیا تو آپ

وقت بھی اُنکی گفتگو سے اُنکی اندرونی کیفیت منرشح ہوتی تھی اور بعد دریافت کرنے کے بھی اس کی خیانتِ باطنی کا حال معلوم ہوا لیکن اس سے نہایت خندہ پیشانی سے ملے اور اس کی ضرورتوں کو پورا فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وسیع النظرفی اور حسنِ خلق تو صرف انہیں حضرات کا حق ہے، اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جو آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں، شریعتِ مطہرہ کا بہت ہی زیادہ پاس و لحاظ ہمیشہ سنتِ رسولؐ پر چلنے کی کوشش میں لگے رہنا عبادت و ریاضت کا بہت زیادہ شوق غالب رہتا ہے۔ منکسر المزاجی، حد درجہ پائی جاتی ہے دورانِ گفتگو بڑا ہی احتیاط سے تکلم فرماتے جس سے غرور اور تمکنت کی بُو نہ پیدا ہو، حتی الامکان یہی کوشش رہتی ہے کہ خود کو تکلیف جھیل کر دوسروں کو آرام پہنچائیں، خدمتِ دین کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور ہمہ وقت یہی تمنا رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خدمتِ دین لے لے اور اس کو قبول فرمالے کیوں کہ آخرت کے لئے یہی بہترین سرمایہ ہے۔

نکاح: آپ کا نکاح اپنی حقیقی چھوٹی پھوپھی کی چھوٹی صاحبزادی بنت سید معین علی قادری جاگیردار عرس ورنگل ۵ رمارچ ۱۹۴۵ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ کو منعقد ہوا۔

رسم سجادہ نشینی: اعلیحضرت عظیم البرکت ابوالفتح مولانا محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری نقوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے چالیس دن بعد ایک جلسہ تقریب سجادہ نشینی ۲۲ صفر المظفر منعقد کیا گیا، جس کے اندر علاقۂ دکن کے تقریباً جمیع سلاسل کے سجادہ نشینوں و مشائخ کرام کو مدعو کیا گیا اور ان تمام علماء و بزرگانِ ملت کے سامنے حضرت مولانا ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری کی رسم سجادگی ادا کی گئی۔ آپ بھی اپنے اسلاف کی طرح دار العلوم

لطیفیہ کی ترقی کیلئے ہمہ تن مصروف رہتے اور خدمتِ دین کی سچی تڑپ رکھتے ہیں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے سایۂ زندگی کو زیادہ سے زیادہ دراز فرمائے۔ (آمین!) تاکہ اہل عالم کو زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کرنے کا موقع ملے۔

حضرت مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری قبلہ المعروف بہ میراں شاہ پیا صاحب

ولادت و تعلیم و تربیت

آپ شمس العلماء محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزندِ عالی مرتبت ہیں۔ مورخہ ۵ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۲۹ھ کو بہ مقام حضرت مکان ویلور پیدا ہوئے۔ ابتداءً آپ دارالعلوم لطیفیہ کے اندر ہی مشغول بالتعلیم رہے، مزید تحصیلِ علم کیلئے مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد تشریف لے گئے اور وہاں چند سال قابل اساتذۂ روزگار کی خدمت میں رہ کر تحصیلِ علم فرمایا، وہاں سے آنے کے بعد اعلیحضرت مرحوم کے زیرِ سایہ تربیت پاتے رہے اور خاندانی جواہر پارے اپنے برادرِ بزرگوار حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرماتے رہے، اور سنہ ۱۳۷۰ھ میں انہیں کے دستِ حق پرست پر بیعت فرما کر خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔

نکاح

آپ کا نکاح اپنے حقیقی چچا حضرت سید شاہ غوث پیر صاحب قادری قدس سرہ کی چھوٹی صاحبزادی سے ۲۹ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۵۳ھ میں ہوا۔

اوصافِ حسنہ و حلیہ

پختہ رنگ، پرگوشت و بارعب چہرہ، کشادہ پیشانی عریض الصدر، میانہ قد، نہایت ہی خلیق واقع ہوئے ہیں آپ کے اندر بھی اپنے ہی بزرگوں کی خو بو ہے، مہمان نوازی، تواضع و انکساری کا وہی عالم ہے جو آپ کے اور بھائیوں کا ہے، صاحبِ جلال سنجیدہ مزاج ہیں، کتب تصوف سے آپ کو بہت زیادہ قلبی لگاؤ ہے۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد جب بھی آپ کو موقع ملا تو ملفوظات یا کسی مسائلِ تصوف پر کوئی کتاب مطالعہ فرماتے رہتے ہیں، ذوق سے

بہت زیادہ بے اعتنائی، خصوصاً اُمراء طبقہ سے حد درجہ بے اعتنائی دیکھا، حتیّٰ الامکان یہی کوشش رہتی کہ اپنی جانب سے کسی خلقِ خدا کو کوئی ایذا نہ پہنچے، خواہ کوئی کچھ بھی سلوک کرے لیکن ہمیشہ ضرور کا جواب پھول سے دینے کی سعی فرماتے۔ جب کبھی آپ کے نزدیک بیٹھتا ہوں تو یہی فرماتے کہ رزقِ حلال اور امر و نواہی کے بجا آوری کے ساتھ ساتھ خلق کے ساتھ ہمیشہ رحم و کرم، عفو و درگذر سے کام لینا چاہئے، ہمارا یہی شیوہ ہونا چاہیئے کہ خود کو تکلیف اٹھا کر مخلوقِ خدا کو آرام پہنچائیں، یہ نہیں کہ اوروں کی تکلیف نظر انداز کر کے اپنے آرام میں محو ہو جائیں یہ شیوۂ بندگی نہیں بلکہ شیوۂ بندگی یہ ہے کہ انسان اپنے کو "تخلقوا باخلاق اللہ" کے زیور سے آراستہ کرے، دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کو بھی زیادہ سے زیادہ دنوں تک محفوظ اور قائم رکھے اور روحانیت کی بلند منزلوں پر فائز ہوں اور اہلِ عالم کو فیض پہنچاتے رہیں

(آمین بجاہ سید المرسلین)

حضرت مولٰنا ابوالحسن صدر اللہ بن سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری قبلہ المعروف بحضرت پیر صاحب

ولادت و تعلیم و تربیت۔ آپ حضرت شمس العلماء محی الدین شاہ عبداللطیف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۵ ر جمادی الاول سنہ ۱۳۳۶ھ بہ شب چہارشنبہ بہ وقت چار بجے حضرت مکان ویلور میں پیدا ہوئے۔ ۲۱ ر جمادی الاول کو آپ کے والد بزرگوار آپ کو لیکر گنبد میں حاضر ہوئے اور حضرت قبلی قدس سرہٗ کے پائینتی لٹا دیا اور وہیں آپ کا اسم گرامی بھی رکھا گیا پھر وہاں سے تھوڑی دیر بعد لائے گئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم دار العلوم لطیفیہ ہی میں ہوئی۔ ابتدا ہی سے آپ کو انگلش پڑھنے کی بہت خواہش تھی، چنانچہ گورنمنٹ محمڈن ہائی اسکول ویلور میں داخل ہوئے اور پھر اسلامیہ ہائی اسکول وانمباڑی سے فائنل امتحان پاس فرما کر گورنمنٹ محمڈن کالج مدراس سے بی۔اے کیا اور پھر قانون کی تعلیم بھی حاصل فرمائی، بعد ازاں اور بھائیوں کی طرح اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ روحانی تربیت پاتے رہے اور جو جواہر پارے خاندان میں سینہ بہ سینہ آرہے تھے ان سے اخذ فرماتے رہے پھر سنہ ۱۳۵۷ھ میں اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت فرما کر خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

نکاح۔ آپ کا نکاح حقیقی بڑی پھوپھی کی نواسی بنت سید شاہ میراں محی الدین قادری قدس سرہٗ ذنگل سے سنہ ۱۹۵۱ء ۱۱ فروری مطابق ۴ ر جمادی الاول سنہ ۱۳۷۰ھ کو منعقد ہوا۔

حلیہ و اوصافِ حسنہ :- متوسط متوازن قد، گندمی رنگ، قوی الجثہ، کشادہ پیشانی، سینہ عریض، چہرہ وجیہہ، صاحبِ وقار ہنس مکھ قدرت نے آپ کے اندر بہت سی خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں، جو نوادرات میں سے ہیں کالج ولیونیورسٹی کی زندگی کچھ ایسی ہوتی ہے جہاں طلبا کو اپنے آپ کو بچائے رکھنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے خواہ کیسا ہی طالبِ علم ہو لیکن وہ ماحول سے ضرور متاثر ہوتا ہے اور اپنے کو اس سوسائٹی میں شامل کرنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن آپ کی وہ ذات ہے جہاں ایسے ماحول کے باوجود اپنے آپ کو اس طرح بچاکر نکلے جیسے کہ ایک ہیرا ہزاروں پتھروں میں رہ کر بھی آبدار ہیرا ہی رہتا ہے، ایسے ہی آپ اس ہما ہمی کی دنیا میں رہ کر تحصیل علم فرماتے رہے اور گوہر آبدار ہی رہے"

آپ کی شخصیت سراپا جمال مجرم کی خطاؤں کا درگذر کرنا آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے خلاقِ حسنہ آپ کے اندر کیفیت راسخہ بن چکی ہے۔ آپ کے اندر حضرت قطب ویلور کی سیرتِ حسنہ کا پتہ ملے گا اور ملتا ہے، ہر ممکن کوشش آپ کی رہتی ہے کہ انہیں کے سانچے میں اپنی زندگی ڈھالیں، جود و سخا، مہمان نوازی و غرباء پروری کا جذبہ بالکل اپنے اسلاف ہی کی طرح پایا جاتا ہے، انگریزی تعلیم کے باوجود خدمتِ دین کا صد سے زیادہ جذبہ موجزن ہے جو اس طرح بہت سے علماء کے اندر ناپید ہے۔ دارالعلوم لطیفیہ کی نظامت آپ نے اپنے ہاتھ لے لی ہے و بحمد اللہ بہت ہی حسنِ انتظامی سے دارالعلوم ہذا کو چلاتے ہیں. طلباء و مدرسین کے ساتھ اس طرح حسنِ سلوک جو اوراداروں میں جو قریب قریب ناپید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم ہذا روز بروز ترقی کے منازل طے کرتا ہوا جارہا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ وہ دن دور نہیں، جب دارالعلوم کی تعلیمی خدمات اسی طرح آفتاب نصف النہار بن کر چمکے گی جیسے آپ کے جدامجد کے وقت میں عروج

پہنچی، خود میری نگاہوں نے آپ کے اندر وہ سب کچھ دیکھا ہے جو شاید ہی کسی کی نگاہوں نے اب تک دیکھا ہو، آپ کی یہ ہمہ وقت کوشش رہتی ہے کہ اس دار العلوم کے بچے زیرِ دست عالم باعمل اور علماء متقی کانبیائے بنی اسرائیل کے مصداق صحیح بن کر نکلیں اور خدمتِ دین ان کی زندگی کا نصب العین ہو۔ آپ کی زندگی کے بیشتر اوقات مدرسے کی خدمت میں گذرتے ہیں۔"

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کے ارادوں میں استحکام اور صالحیت عطا فرمائے اور آپ کو اور اس خاندان کے ہر فرد کو عمر دراز دے تاکہ زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین انجام پائے۔

(آمین بہ جاہ سید المرسلین)

تمت بالخیر

برقی فوٹو پریس بنگلور